خط نمبر۲ :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم　　وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

بخدمت اقدس حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرالعزیز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرالعزیز کو صحت اور تندرستی والی عمر دراز عطا فرمائے اور ہر آن اور ہر پل آپ کا حافظ و ناصر رہے۔ آمین۔

اے میرے سید! اپریل ۱۹۹۳ء میں آپ کی خدمت اقدس میں ایک مضمون جو کہ دو حصوں پر مشتمل تھا بغرض دعا اور راہنمائی بھیجا تھا۔ اس مضمون کے ساتھ ایک مختصر سا خط بھی روانہ کیا تھا حالانکہ ضروری تھا کہ میں اس پس منظر کو بھی پوری تفصیل کے ساتھ لکھ کر آپ کی خدمت اقدس میں بھیجتا جس میں یہ مضمون لکھا گیا تھا۔ لیکن میں ایسا نہ کر سکا اور اشارہ کنایہ میں بات پیش کی۔ شاید آپکے ادب، شرم اور حیا کی بدولت پوری تفصیل نہ لکھ سکا۔ بہر حال اس مضمون کے سلسلہ میں آپ نے جو جواب عنایت فرمایا وہ میں نے من وعن قبول کیا اور دل میں یہ سمجھتے ہوئے کہ میں نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے اس معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا۔ اس واقعہ کو گزرے قریباً چار سال ہو گئے ہیں اور میں اب بھی اس عہد پر قائم ہوں۔ لیکن پچھلے کچھ عرصہ سے بار بار غائب سے دل میں یہ بات پڑ رہی ہے کہ میں نے آپکی خدمت اقدس میں اس مضمون کے پس منظر کی وضاحت نہیں کی۔ لفظ وضاحت دل میں اتر گیا ہے اور دل میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ واقعی میں نے آپکی خدمت میں اس معاملہ کی تفصیل نہیں لکھی۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اس معاملہ کی وضاحت آپکی خدمت میں کر دوں۔ ویسے بھی آپ کے بقول ''صرف یہ نہیں کہ انسان کو خود اپنی سوچوں میں آزادی نصیب ہے بلکہ اس کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ جو وہ سوچتا ہے، جو وہ دیکھتا ہے، جو وہ سمجھتا ہے اسے دوسروں سے بیان کرے اور اس کا نام بلاغ ہے پہنچانا۔ جب وہ بیان کر دے تو پھر لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ کا مضمون شروع ہو جاتا ہے بیان کرنا مبین طریق پر، کھول کھول کر یہ تو فرض ہے ہر انسان کا اُس کا حق ہے لیکن جبر کو اس میں دخل نہیں ہوگا۔ کسی قسم کے جبر کی اجازت نہیں ہوگی۔'' کلام پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

''فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يٰلَيْتَنِىْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا۔'' (۱۹۔۲۴) ترجمہ پس اسے دردزہ مجبور کر کے ایک کھجور کے تنے کی طرف لے گئی۔ کہا اے کاش! میں اس سے پہلے مر جاتی اور میری یاد مٹا دی جاتی۔

اے میرے سید! جب حضرت مریم صدیقہؑ کو دردزہ مجبور کر کے ایک کھجور کے تنے کی طرف لے گئی اور اُسکے ہاں بچہ پیدا ہونے لگا تو اس نے جو یہ کہا تھا کہ ''اے کاش! میں اس سے پہلے مر جاتی اور میری یاد مٹا دی جاتی''۔ کیا حضرت مریم صدیقہ نے یہ الفاظ اس ڈر کی وجہ سے کہے تھے کہ اُس نے نعوذ باللہ کوئی گناہ کیا تھا یا وہ کسی بدکاری میں مبتلا ہوئی تھی؟ ایسا ہرگز نہیں تھا۔ اس نے یہ الفاظ اس ڈر کی وجہ سے نہیں کہے تھے کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس نے کوئی گناہ نہیں کیا اور نہ ہی وہ کبھی بدکاری میں مبتلا ہوئی تھی۔ اور جو کچھ اسکے پیٹ میں تھا وہ دراصل اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نتیجہ تھا۔ اور اس میں اُس کا کوئی قصور نہیں تھا۔ لیکن ساتھ ہی اُسے یہ بھی یقین تھا کہ لوگ اُسکی بات کو کبھی نہیں مانیں گے۔ اور لوگ ابن مریم کو دیکھ کر ضرور کہیں گے کہ اے مریم! تو نے ضرور کوئی گناہ کیا ہے اور اس طرح، طرح طرح کے الزامات مجھ پر لگائیں گے۔ یہی وہ غم اور ڈر تھا جس کی بدولت حضرت مریم صدیقہ نے بچے کی پیدائش کے وقت یہ کہا کہ ''اے کاش! میں اس سے پہلے مر جاتی اور میری یاد مٹا دی جاتی''۔

اے میرے سید! آج جب میں اپنا سارا واقعہ تفصیلاً آپکو بتانے چلا ہوں تو میں بھی کچھ ایسے ہی غم اور ڈر میں مبتلاء ہوں۔ اگرچہ میں کامل یقین رکھتا ہوں کہ جو کچھ آپ کو بتانے لگا ہوں وہ سب حق اور سچ ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نتیجہ ہے اور اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی خیال آتا ہے کہ لوگ میری ان باتوں کو کبھی نہیں مانیں گے بلکہ الٹا مجھ پر پتہ نہیں کیسے کیسے الزامات اور تہمتیں لگائیں گے۔

اے میرے سید! میں ہر بات کو حسب توفیق آپکے آگے کھول کر رکھوں گا۔ اس ضمن میں اگر میری کوئی بات آپ کو ناگوار گزرے تو میں پیشگی اسکے لیے معافی چاہتا ہوں۔ جیسا کہ میں نے چار سال قبل اپنے مضمون کے ساتھ بھیجے ہوئے خط میں یہ ذکر کیا تھا۔ کہ قریباً وسط دسمبر ۱۹۸۳ء میں میرے ساتھ ایک عجیب واقعہ شروع ہوا۔ اور یہ واقعہ دن بدن بڑھتا گیا۔ وہ واقعہ ایسا تھا کہ اس کے نتیجہ میں مجھے غیب سے اچانک بعض باتوں کا پتہ چلنا شروع ہو گیا۔ یہ باتیں میرے لیے بہت عجیب اور حیران کن تھیں۔ یہ واقعہ کیا تھا؟ اس واقعہ کی تفصیل لکھنے سے پہلے ایک اور واقعہ لکھنا چاہتا ہوں جس کا اس واقعہ سے کچھ تعلق ہے۔

غالباً یہ ۷۔۱۹۶۹ء کی کوئی مبارک شام تھی۔ میں اپنے گاؤں ڈاور سے دُھلے ہوئے کپڑوں کی گٹھڑی سر پر اٹھائے ربوہ آ رہا تھا۔ جب ربوہ کے قریب پہنچا تو ایک سفید کار میرے

پاس سے گزری لیکن تھوڑی دور جاکر رک گئی بلکہ پیچھے کی طرف آنے لگی۔ کار کا دروازہ کھلا اور مجھے آواز دی گئی کہ کار میں بیٹھ جاؤ۔ میں دیہاتی ڈرتے ڈرتے کار میں بیٹھ گیا۔ کار ربوہ کی طرف چل پڑی۔ میں اس وقت نویں یا دسویں جماعت کا طالب علم تھا اور تعلیم السلام ہائی سکول ربوہ میں زیر تعلیم تھا۔ دوران سفر ڈھیر ساری باتیں ہوئیں۔ میرا نام پوچھا گیا۔ احمدی ہوں یا غیر احمدی؟ کس گاؤں سے تعلق رکھتا ہوں؟ کیا والدین کھیتی باڑی کرتے ہیں؟ آپکی زمین میں گندم کی اوسط پیداوار کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ پھر دوران سفر پوچھا گیا کہ میں کس محلّہ میں رہتا ہوں۔ میں نے جواباً عرض کیا کہ محلّہ دارالصدر میں الفیض فلیٹ کے پاس ہی ہمارا مکان ہے۔ چنانچہ کار الفیض فلیٹ کے قریب آ کر رک گئی۔ کار ڈرائیور نے مجھے کہا کہ میرا نام مرزا طاہر احمد ہے۔ اگر کبھی کوئی کام پڑے تو میرے پاس آ جانا۔ مجھ غریب نے اس وعدہ کو نہایت قیمتی اثاثہ جان کر ذہن میں محفوظ رکھا اور سوچا کہ علمی سفر کے دوران جب کبھی کوئی بہت بڑی مشکل پیدا ہوئی تو پھر یہ وعدہ لیکر مرزا طاہر احمد کے پاس جاؤں گا۔ بہرحال ایف اے اور بی اے میں نے پرائیویٹ طور پر اچھے نمبروں میں پاس کیے۔ اس کے بعد ۱۹۷۸ء کے آخر میں، میں اپنے کزن کے پاس کراچی چلا گیا۔ کراچی جانے کا مقصد یہ تھا کہ وہاں کوئی ملازمت کرلوں گا اور ساتھ ساتھ تعلیم بھی جاری رکھوں گا۔ یہاں پر میرے ساتھ ایک اور واقعہ پیش آیا۔ اس واقعہ کا بھی میرے اس مضمون کے ساتھ تھوڑا بہت تعلق ہے لہٰذا لکھ دیتا ہوں۔ کراچی جا کر میں اپنے کزن کے ہاں ٹھہرا اور اُس سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ کوئی ملازمت کرلوں اور ساتھ ساتھ تعلیم بھی جاری رکھوں۔

میرے کزن نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ میں تیرے لیے کوئی جز وقتی ملازمت تلاش کرتا ہوں۔ کراچی میں ایک قیصر نامی سینما تھا۔ اُس کا مالک احمدی تھا۔ میرے کزن کے اُس کیساتھ دوستانہ مراسم تھے۔ میرے کزن نے قیصر سینما کے مالک سے میری ملازمت کے لیے بات کی۔ قیصر سینما کے مالک نے کہا کہ ٹھیک ہے میں ملازمت دیتا ہوں لیکن بندہ شریف اور دیانتدار ہونا چاہیے۔ میرے کزن نے کہا کہ میرا کزن شریف آدمی ہے۔ میں نے قیصر سینما میں بکنگ کلرک کی حیثیت سے ملازمت شروع کر دی۔ دو ہفتے کے بعد وہاں جو سینما میں مکرانی جمعدار رکھے ہوئے تھے اُنہوں نے مجھے تنگ کرنا شروع کر دیا۔ وہ مجھے کہتے کہ تو ٹکٹوں کے پیسے لے کر ساری ٹکٹیں ہمیں دے دیا کر۔ آگے ہم جانیں اور ہمارا کام جانے۔ میں ان سے کہتا تھا کہ یہ کام غلط ہے لہٰذا یہ کام میں نہیں کروں گا۔ مجھ سے پہلے یہ جمعدار ایسا کرتے تھے کہ ٹکٹیں لے کر بلیک میں فروخت کرتے تھے لیکن میری وجہ سے ان کا یہ کاروبار ٹھپ ہو گیا۔ آخر ایک دن ایسا ہوا کہ میں ٹکٹیں دے رہا تھا۔ ایک جمعدار آیا اس نے کوئی نشہ بھی کر رکھا تھا۔ وہ آ کر مجھے غلیظ گالیاں دینے لگ گیا۔ میں نے اُس کو کوئی جواب نہ دیا اور اپنا کام کرتا رہا۔ میں نے جمعدار کو مسکرا کر صرف اتنا کہا کہ یہ گالیاں جو تم مجھے دے رہے ہو دراصل اپنے آپ کو ہی دے رہے ہو۔ بہرحال کوئی آدھ گھنٹہ تک وہ مجھے گالیاں دیتا رہا۔ ٹکٹیں فروخت کرنے کے بعد میں نے پیسے مینیجر صاحب کو دیئے اور دل میں سوچا کہ یہ جگہ غلط ہے اور یہاں کام کرنا میرے لیے بہت مشکل ہے۔ شام کو ایک اور جمعدار جس کا نام غالباً نبی بخش تھا۔ مجھے اوپر کمرے میں لے گیا۔ مجھے بٹھا کر وہ مجھ سے پوچھنے لگا کہ غفار تمہارے دل میں کیا ہے؟ میں نے اُسے کہا کہ میرے دل میں کچھ نہیں۔ اس نے بار بار مجھ سے پوچھا کہ یار کوئی بات تیرے دل میں ہے۔ میں نے اُسے یہی کہا کہ بھائی میرے دل میں کچھ نہیں۔ پھر اُس نے مجھے کہا کہ آج جو واقعہ ہوا۔ یہ ایک فلم سی تھی جو میرے سامنے چلی۔ ایک آدمی آپ کو غلیظ گالیاں دے رہا تھا لیکن آپ نے اسُے کوئی جواب نہ دیا حالانکہ آپ بھی نوجوان ہیں اُسے ہر قسم کا جواب تم دے سکتے تھے۔ آخر میں اُس نے مجھے کہا ''کہ اگر تم اگلے دس سال اِسی طرح چلتے رہے تو اپنی زندگی کا مقصد پا جاؤ گے''۔

اس وقت میں اس جمعدار کی بات کو سمجھ نہ سکا کہ اُس کا مجھے یہ کہنے کا مطلب کیا ہے؟ رات کو میں اپنے گھر آیا اور میں نے سارا واقعہ اپنے کزن کو بتایا اور ساتھ ہی اُسے یہ بھی کہا کہ میرے لیے یہاں کام کرنا مشکل ہے۔ مجھے امید تھی کہ میرا کزن میری حوصلہ افزائی کرے گا یہ جان کر کہ میں نے گالیاں کھالی ہیں لیکن بددیانتی نہیں کی۔ لیکن میرا کزن اُلٹا مجھ سے ناراض ہوا اور مجھے جھڑکنے لگا کہ تم نوکری کر ہی نہیں سکتے وغیرہ وغیرہ۔ اور دنیا میں شرافت اور دیانتداری کو لے کر پھرتے رہنا۔ مجھے بہت افسوس ہوا۔ اس رات میں روتے روتے سو گیا۔ رات کو ایک خواب دیکھتا ہوں۔ ''دیکھتا ہوں کہ میں ربوہ میں ہوں۔ فیکٹری ایریا سے رحمت بازار کی طرف سڑک پر جا رہا ہوں۔ میرے دونوں بھائی عبدالسلام اور عبدالستار میرے ساتھ ہیں۔ وہ مجھے کہتے ہیں کہ تم پولیس میں اے ایس آئی بھرتی ہو جاؤ کیونکہ ہمارے پاس ایک سفارش ہے لیکن میں اُنہیں کہتا جا رہا تھا کہ نہیں بھائی میں پولیس میں نوکری نہیں کروں گا۔ کیونکہ پولیس میں رشوت لیتے ہیں۔ میرے بھائی بار بار مجھے پولیس میں نوکری کے لیے کہہ رہے تھے اور میں بار بار اُنہیں یہ کہہ کر کہ پولیس میں رشوت لیتے ہیں۔ پولیس میں نوکری کرنے سے انکار کرتا رہا۔ چلتے چلتے ہم رحمت بازار تک پہنچ گئے۔ یہاں میں دیکھتا ہوں کہ میرے سامنے ایک پولیس کا سپاہی کھڑا ہے وہ مجھے پیشہ وارانہ انداز میں سلام کرتا ہے۔ جب میں اُس کی ٹوپی کی طرف دیکھتا ہوں تو اس کی ٹوپی پر چاند ستارے میں لکھا ہوا تھا۔ '' وَاللّٰہُ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ''۔ اور یہیں پر میری آنکھ کھل گئی۔ بہرحال اس خواب سے مجھے بہت تسلی ہوئی اور میرا سارا غم دور ہو گیا۔

۱۹۸۰ء کے آخر میں، میں واپس ربوہ آ گیا۔ پھر ۱۹۸۱ء میں نامساعد حالات میں پنجاب یونیورسٹی میں داخل ہو گیا تاکہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کیلئے ایم اے اچھے نمبروں میں پاس کروں۔ ستمبر یا اکتوبر ۱۹۸۳ء میں ایم اے کے امتحانات سے فارغ ہوا۔ ایم اے کا نتیجہ تو تین چار ماہ بعد نکلنا تھا لیکن میں پر امید تھا کہ میرا نتیجہ اچھا ہوگا۔ نتیجہ کے اچھا ہونے

سے میری مراد یہ ہے کہ میرے ایم اے کے نمبر اتنے ضرور ہونگے جو اعلیٰ تعلیم کیلئے اُسکی شرائط کو پورا کر سکیں گے۔

ایک مبارک سجدہ۔

اے میرے سید! امتحان سے فارغ ہوکر میں نے مالی امداد کی خاطر آپکی خدمت میں ایک درخواست لکھی۔ اور آپ کو آپکا سابقہ وعدہ یاد دلایا۔ آپ نے درخواست کے جواب میں جو ارشاد فرمایا اس میں نہ تو میری درخواست کو قبول کیا گیا اور نہ ہی صاف انکار کیا گیا۔ آپکا جواب بہت عجیب تھا۔ بہرحال آپکے جواب نے مجھے انتہائی افسردہ کر دیا اور وہ وعدہ جسے میں بت بنا کر لاعلمی میں پوجتا پھر رہا تھا چور چور ہوگیا۔ اس وقت مجھے پتہ چلا کہ انسان انسان کو کچھ نہیں دے سکتا۔ دینے والی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اِس مایوس کن جواب کے بعد مجھ پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا اور میں اِسی غم زدہ حالت میں ربوہ سے واپس لاہور آ گیا۔ اہل زمین جب مجھے چھوڑ گئے اور اُنکے وعدے بدل گئے۔ تو پھر آسمان والے نے میرا دامن تھام لیا اور اپنی مدد کا پختہ یقین دلایا اور اپنے فضل کی بارش مجھ پر برسائی۔ (اس وقت میں نبی بخش جمعدار کی بات کو سمجھا کہ اس نے کیا کہا تھا)۔ یہی وہ لمحہ تھا جب اللہ تعالیٰ کا کھلا کھلا پیار میرے شامل حال ہوا اور مجھے پتہ چلا کہ ایک زندہ اور قادر خدا ہے جو ہر بات پر قادر ہے اور جس کے آگے کوئی بات اَنہونی نہیں۔

ہوا اِس طرح کہ شروع دسمبر ۱۹۸۳ء میں، میں جماعت احمدیہ لاہور کے ہوسٹل ''دارالحمد'' میں رہائش پذیر تھا۔ ان دنوں اگرچہ میں یونیورسٹی سے فارغ ہو چکا تھا لیکن ایک Research paper لکھنے کی خاطر میں نے سقراط کے مشہور قول ''نیکی علم ہے'' پر غور و فکر شروع کر رکھا تھا۔ سقراط کے اس قول کی جو تشریح مختلف کتابوں میں کی گئی تھی میرا دل اِس سے مطمئن نہیں تھا۔ اس قول کو دیکھنے سے یہ تو پتہ چلتا تھا کہ سقراط کی نظر میں جو نیکی ہے وہی علم ہے اور اس طرح علم کے جاننے کیلئے نیکی کا جاننا ضروری ہے۔ اب سوال یہ تھا کہ نیکی کیا ہے؟ اس سوال پر قریباً دو ہفتے غور و فکر کیا لیکن نتیجہ صفر تھا۔ وسط دسمبر ۱۹۸۳ء کا کوئی مبارک دن تھا۔ نماز جمعہ پڑھنے کے بعد میں اپنے کمرہ میں گیا اور پھر اُسی سوال پر غور و فکر کرنا شروع کیا۔ لیکن اب میرا ذہن بالکل تھک چکا تھا اور میں نے محسوس کیا کہ اس سوال کو جاننا میرے بس کی بات نہیں۔ میرے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ دعا کروں اور علیم و خبیر ہستی سے اس سوال کا جواب پوچھوں۔ میرے دل میں دعا کیلئے بہت جوش اور تڑپ پیدا ہوئی اور میں چارپائی پر ہی اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوگیا۔ حصول علم کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو دعائیں الہاماً سکھائی گئیں تھیں میں نے اُنہیں زبانی یاد کیا ہوا تھا۔ اس وقت میں نے ان دعاؤں کو پڑھنا شروع کیا۔ یہ دعائیں درج ذیل تھیں۔

(۱) رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ (القرآن ۲۰۔۱۱۵ و تذکرہ صفحہ ۳۱۰)۔ اے میرے رب! مجھے میرے علم میں زیادتی عطا فرما۔

(۲) رَبِّ عَلِّمْنِیْ مَا ھُوَ خَیْرٌ عِنْدَکَ۔ (تذکرہ صفحہ ۵۵۸) اے میرے رب! مجھے وہ کچھ سکھلا جو تیرے نزدیک بہتر ہے۔

(۳) رَبِّ اَرِنِیْ اَنْوَارَکَ الْکُلِّیَّۃَ۔ (تذکرہ صفحہ ۵۳۴) اے میرے رب! مجھے اپنے وہ تمام انوار دکھلا جو محیط کل ہیں۔

(۴) رَبِّ اَرِنِیْ حَقَآئِقَ الْاَشْیَاءِ۔ (تذکرہ صفحہ ۶۱۳) اے میرے رب! مجھے اشیاء کے حقائق دکھلا۔

۵) اے ازلی ابدی خدا! مجھے زندگی کا شربت پلا۔ (تذکرہ صفحہ ۶۰۰)

سجدہ میں کافی دیر ان دعاؤں کو پڑھتا رہا۔ اِسی حالت میں مجھے نہ صرف محسوس ہوا بلکہ یقین ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا سن لی ہے اور اس طرح ''نیکی'' اور ''علم'' کے متعلق بہت ساری باتیں میرے دل و دماغ میں داخل ہوگئیں۔ سجدہ سے اُٹھنے کے بعد میری خوشی کی اِنتہا نہ تھی اور میری ہر قسم کی تھکاوٹ دور ہو چکی تھی۔ بعد میں پھر کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ اچانک غیب سے بعض باتیں میرے دل و دماغ میں آ جاتی تھیں۔ اور میں نے محسوس کیا کہ غائب سے کوئی مجھے پڑھا رہا ہے اور علم اور مذہب کے متعلق بعض گہرے اِسرار مجھے بتائے جا رہے ہیں۔

دو مبارک اور مبشر خواب۔

اِسی دوران مجھ پر ان دو مبشر خوابوں کی تعبیر بھی کھولی گئی جو کہ پہلی عمر میں، میں نے دیکھی تھیں۔ اسلام میں سچی خواب اور اس کی تعبیر کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت ساری غیب کی باتیں رؤیا صالحہ یا سچی خوابوں کے ذریعے اپنے بندوں پر آشکار فرماتا ہے۔ خوابوں کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

''تین قسم کی خوابیں ہوتی ہیں۔ ایک نفسانی، ایک شیطانی اور ایک رحمانی۔ نفسانی
جیسے بلی کو چھیچھڑوں کے خواب۔ شیطانی وہ جس میں ڈر وحشت ہو۔ رحمانی خواب
خدا تعالیٰ کی طرف سے پیغام ہوتی ہے اور اسکا ثبوت صرف تجربہ ہے۔''

(ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۳۲۸)

رحمانی خواب سے متعلق حضورعلیہ السلام مزید فرماتے ہیں۔

''رحمانی خواب اپنی شوکت اور برکت اورعظمت اورنورانیت سے خود معلوم ہو جاتی ہے۔جو چیز پاک چشمہ سے نکلی ہے وہ پاکیزگی اور خوشبو اپنے اندر رکھتی ہے۔سچی خوابیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتی ہیں وہ ایک پیغام کی طرح ہوتی ہیں۔جن کے ساتھ پریشان خیالات کو کوئی مجموعہ نہیں ہوتا اوراپنے اندرایک اثر ڈالنے والی قوت رکھتی ہیں۔اور دل ان کی طرف کھنچے جاتے ہیں۔اورروح گواہی دیتی ہے کہ یہ منجانب اللہ ہے۔کیونکہ اس کی عظمت اورشوکت ایک فولادی میخ کی طرح دل کے اندر دھنس جاتی ہے۔'' (روحانی خزائن جلد۵صفحہ۳۵۴)

حضورعلیہ السلام کے متذکرہ بالا ارشادات سے پتہ چلتا ہے کہ رحمانی خواب،نفسانی یا شیطانی خوابوں سے بکلی امتیاز رکھتی ہے۔ایسی خوابوں سے دل کوایک قسم کی طمانیت اور سکینت حاصل ہوتی ہے۔اب میں بچپن کی دوخوابیں یہاں لکھتا ہوں جنکی تعبیر سے مجھے آگاہ فرمایا گیا۔یہ دونوں خوابیں میں نے ۱۹۷۷ء یا ۱۹۷۸ء میں آگے پیچھے دیکھی تھیں۔

خواب نمبر ا

جب میں بی اے کا طالب علم تھا تو ایک دن شام کو اپنے گاؤں سے ربوہ آیا۔عشاء کے قریب اچانک میں نے محسوس کیا کہ کچھ بنے بنائے فقرات میرے دل میں پیدا ہور ہے ہیں۔اگر چہ میں نے کبھی شعر نہیں کہا اور نہ طبیعت اس طرف مائل ہے۔لیکن پھر بھی یہ فقرات کچھ منظوم تھے۔ہوسکتا ہے یہ فقرات نظم کے معیار پر پورے نہ اترتے ہوں لیکن ان میں شعر کی سی کیفیت ضرور پائی جاتی ہے۔چند منٹ کے بعد میں نے اِن فقرات کو لکھ لیا اوراگلے دن مجھے احساس ہوا کہ یہ تو بہت اچھی دعا ہے۔اوراس کو نماز میں پڑھنا چاہیے اور اس طرح حسب توفیق میں اس دعا کو نماز میں پڑھتا رہا۔پہلے میں ان دعائیہ اشعار کو یہاں لکھتا ہوں۔

اے میرے اللہ اب تو میری پکار سن لے۔بخشش کا میں ہوں طالب میرے غفار سن لے
میں گنہ گار بندہ در پہ ہوں تیرے آیا۔شرمندگی کے آنسوں اپنے ہوں ساتھ لایا
گلیوں میں رورہا ہوں آنسوں بہارہا ہوں۔دردر کی ٹھوکریں اے مالک میں کھا رہا ہوں
تو پاک مجھ کو کردے اور نیک بھی بنادے۔اسلام کی محبت دل میں میرے بٹھا دے
ہر آن رکھوں دیں کو دنیا پہ میں مقدم۔اسلام کی فتح کا ہو فکر مجھ کو ہردم
اسلام کی صداقت دنیا میں،میں پھیلاؤں۔شمع ہدایت ہر گھر میں ، میں جلاؤں
اسلام پر جیوں میں ، اسلام پر مروں میں۔ہر قطرہ اپنے خوں کا اس کی نذر کروں میں
برائی سے بچوں ، اور زباں پہ ہو صداقت۔تیرے چمن کا گل ہوں،گل کی تو کر حفاظت

اس واقعہ کے چند ماہ بعد، میں ایک خواب دیکھتا ہوں۔خواب اس طرح ہے۔

''ربوہ اورلالیاں کے درمیان ایک ندی ہے جواب خشک ہو چکی ہے۔اسکے دونوں کناروں پر تھوڑا تھوڑا سبزہ تھا۔ندی کے شمال مغربی کنارے پر میں خواب میں اچانک اپنے آپ کو حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے کھڑا پاتا ہوں۔حضورعلیہ السلام مجھ سے مخاطب ہوکر فرماتے ہیں۔''غفارنماز پڑھا کرواور میرے ساتھ دعا کرو''۔میں نے حضور علیہ السلام کے ساتھ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف دعا کیلئے اُٹھا لیے اوراس وقت میں اللہ تعالیٰ کے حضور یہی منظوم اِلہامی دعا پڑھ رہا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی۔''

خواب نمبر ۲

موضع ڈاور میں ہماری تھوڑی سی زرعی زمین ہے۔زمین بالائی اور زیریں حصوں میں منقسم ہے۔زمین کے بالائی حصہ پر میرے والد صاحب (مرحوم) کے زمانے میں ایک کچی حویلی تھی جس کے نقوش میرے ذہن میں اچھی طرح یاد ہیں۔رؤیا میں دیکھتا ہوں کہ میں اس حویلی کے پاس کھڑا ہوں۔اچانک دیکھتا ہوں کہ کچھ فاصلے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہماری زیریں زمین میں سے گزر رہے ہیں۔حضورعلیہ السلام کو دیکھتے ہی میں آپ کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں۔حضورعلیہ السلام کے ہاتھ مبارک پکڑ کر اُن کا بوسہ لیتا ہوں اور

آپکی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ ''حضورؑ آپ ہمارے گھر کے پاس سے گزر کر جا رہے ہیں۔ آپ ہمارے گھر آئیں اور ہمیں بھی اپنی خدمت کا شرف بخشیں''۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''مجھے آگے کام ہے میں واپسی پر آپکے گھر آؤں گا''۔ آپ علیہ السلام آگے تشریف لے جاتے ہیں اور میں واپس حویلی کی طرف آ جاتا ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور علیہ السلام ہمارے گھر تشریف لے آئے۔ آپ نے ہم سب گھر والوں کو اکٹھا کیا اور ہمیں نماز پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ پھر حضورؑ نے از راہ شفقت فرمایا۔ ''غفار میرے ساتھ آؤ۔ آجکل ہماری زمین پر گنے کا رس نکالتے ہیں تم بھی رس پینا''۔ میری خوشی کی انتہا نہ تھی۔ میں نے ایک برتن لیا اور گھر والوں سے کہا کہ میں حضور علیہ السلام کیساتھ آپکی زمین پر جا رہا ہوں۔ وہاں پر رس پیئوں گا اور کچھ رس لیکر بھی آؤنگا۔ پھر حضور علیہ السلام کے پیچھے پیچھے چل پڑتا ہوں۔ کافی چلنے کے بعد میں حضور علیہ السلام کے ساتھ آپ کی زمین میں داخل ہو جاتا ہوں۔ زمین اتنی پیاری تھی کہ بیان کرنے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ رؤیا میں ہی خیال کرتا ہوں کہ ہماری زمین تو اتنی اچھی نہیں ہے۔ ہم بھی اپنی زمین فروخت کر کے حضور علیہ السلام کی زمین کیساتھ ہی خرید لیں۔ خواہ تھوڑی ہی ملے۔ یہیں پر ہوں کہ میری آنکھ کھل گئی۔

جب میں نے ان خوابوں کو دیکھا تھا بہت خوشی ہوئی تھی۔ دل میں یہ یقین پیدا ہوا کہ بلاشبہ یہ مبارک خوابیں ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خواب میں دیکھنا ہی بڑی خوش نصیبی ہے۔ لیکن پھر بھی میں نے ان خوابوں کو اپنے اوپر سوار نہ کیا۔ خواب دیکھی اور خوشی ہوئی کہ مبارک خواب ہے اور بات ختم ہوگئی۔ جب میں نے یہ رؤیا دیکھے تھے تو اس وقت مجھے اِنکی تعبیر کا قطعاً کوئی علم نہ تھا اور نہ ہی میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کسی بزرگ کے پاس جا کر ان خوابوں کی تعبیر معلوم کروں۔ مزید برآں یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ میری یہ خوابیں نفسانی نہیں تھیں کیونکہ خواب کے نفسانی ہونے کی بھی کوئی وجہ ہوتی ہے۔ میرے ہاں ایسی کوئی وجہ نہیں تھی۔ مثلاً اگر کوئی سیاستدان یا تاجر کا بیٹا ہے تو سیاست یا تجارت کی مناسبت سے اس کے دماغ میں بعض اوقات سیاست یا تجارت سے متعلق بعض خیالات بھی پیدا ہو جاتے ہیں اور یہی خیالات بعض اوقات خواب کی صورت بھی اختیار کر جاتے ہیں۔ لیکن میں تو ایک معمولی کسان کا بیٹا ہوتے ہوئے محض ایک طالب علم تھا اور میرے خیالات صرف تعلیم تک ہی محدود تھے۔ مزید یہ کہ دونوں خوابوں میں اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ نبی مجھے اور میرے گھر والوں کو نماز پڑھنے کی تلقین فرماتے ہیں اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس وقت واقعی مجھ میں اور میرے گھر والوں میں نماز کی سستی پائی جاتی تھی۔ اور رؤیا میں نصیحت بھی اسی معاملہ میں ہوئی جس میں واقعتاً سستی پائی جاتی تھی۔

ان دنوں یعنی وسط دسمبر ۱۹۸۳ء کے بعد مجھ پر یہ راز کھلا کہ پہلی خواب جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجھے اپنی دعا میں شامل فرماتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کی اس دعا کی قبولیت کے نتیجہ میں عاجز پر یہ فضل اور احسان ہوا ہے اور آپ علیہ السلام کی غلامی مجھے بخشی گئی ہے۔ ذَلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيهِ مَن يَشَاۗءُ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِيمِ۔ اس وقت بہت ساری باتیں اللہ تعالیٰ نے مجھے بتائیں اور میری ماضی کی زندگی میرے آگے کھول کر رکھ دی۔ میں نے بچپن سے ہی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا پختہ ارادہ کیا ہوا تھا لیکن اس وقت میرے دل میں ڈالا گیا کہ میں اب مزید دنیاوی تعلیم حاصل کرنے کا خیال ترک کر دوں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی پیروی کروں۔ مزید یہ بھی دل میں ڈالا گیا کہ تجھے اب علم کے لیے کسی جگہ جانے کی ضرورت نہیں۔ ''ہم تجھے اپنی جناب میں رجسٹر کرتے ہیں اور تجھے ہم خاص علم دیں گے اور اس میں تو ہمیشہ غالب رہے گا وغیرہ وغیرہ''۔ اس وقت مجھے پتہ نہیں تھا کہ یہ علم کس قسم کا ہوگا۔ بعد میں جب اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی جناب سے علم بخشنا شروع کیا تو پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے جس علم کا وعدہ بخشا تھا اس سے مراد غلام مسیح الزماں سے متعلق الہامی پیشگوئی کا علم تھا۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے ایک اہم بات اور بھی بتائی وہ یہ کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی کمزور اور خطا کار بندے کو قبولیت بخشنا چاہتا ہے، اگرچہ اس کمزور بندہ کی دعا قبولیت کے اہل نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ خود اس اہل ہوتا ہے کہ درگاہ ایزدی میں قبولیت پاوے۔ تو اللہ تعالیٰ ایسے کرتا ہے کہ اس کمزور بندے کو اپنے کسی برگزیدہ اور مقبول بندے کی دعا میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرماتا ہے اور اس طرح اپنے برگزیدہ اور مقبول بندے کی دعا کو قبول فرما کر اللہ تعالیٰ اس دعا میں شامل ہونے والے دوسرے کمزور بندے کو بھی شرف قبولیت بخش دیتا ہے اور بزرگ و برتر رب نے اس عاجز کیساتھ بھی ایسا ہی سلوک فرمایا۔ پہلے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا میں شامل ہونے کی توفیق بخشی گئی اور پھر حضور علیہ السلام کی دعا کی قبولیت کے نتیجہ میں عاجز کو بھی شرف قبولیت بخشا گیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے کھول کر بتا دیا کہ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا کی قبولیت کے نتیجہ میں مجھ پر یہ کرم فرمایا ہے۔ تو اس وقت مجھے احساس ہوا کہ ماضی میں جو میں نے بعض اہم خوابیں دیکھی ہیں ان کو لکھ لوں۔

چنانچہ جنوری ۱۹۸۴ء میں کسی دن میں نے ان خوابوں کو لکھنا شروع کیا۔ اس وقت دوپہر کا وقت تھا اور جب میں لکھتے لکھتے خواب نمبر ۲ پر پہنچا۔ تو عین اسی وقت اللہ تعالیٰ نے اس خواب کی تعبیر سے بھی مجھے آگاہ فرما دیا۔ ہوا اس طرح کہ جب میں خوابوں کو لکھتے لکھتے اس خواب نمبر ۲ پر پہنچا تو اچانک اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ تو اس وقت کیا پڑھ رہا ہے؟ جب میں نے منہ کی طرف توجہ کی تو اس وقت میں بڑے جوش کے ساتھ یہ پڑھ رہا تھا۔ نِسَآؤُکُمۡ حَرۡثٌ لَّکُمۡ۔ تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں۔ اور عجیب بات تو یہ تھی کہ یہ فقرہ ایسے ہی میں صبح سے بغیر کسی وجہ کے بار بار دہرا رہا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ یہ خواب جو تو لکھ رہا ہے اِسکی تعبیر اسی فقرہ میں ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ

نے اس خواب کی تعبیر سے بھی مجھے آگاہ فرما دیا۔خواب کی تعبیر یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبارک نسل کیساتھ میرا جسمانی تعلق قائم فرمائے گا۔خواب کی یہ تعبیر معلوم ہونے پر میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اسکی تسبیح اور تحمید کی ۔ بعدازاں میرے دل میں ایک اور سوال پیدا ہوا وہ یہ کہ اے اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کی مبارک نسل میں میرا یہ جسمانی تعلق آپ کہاں قائم فرمائیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے اس سوال کے جواب سے بھی آگاہ فرمایا اور میرے دل میں ڈالا کہ اس وقت جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قائم مقام ہیں وہاں تیرا جسمانی تعلق قائم ہوگا۔میں نے پھر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اسکی تسبیح اور تحمید کی۔کچھ عرصہ کے بعد پھر میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اے اللہ تعالیٰ تو مجھے معین طور پر بتا کہ میرا یہ جسمانی تعلق آپ کہاں قائم فرمائیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا بھی جواب عنایت فرمایا۔غالباً یہ مارچ ۱۹۸۴ء کا آخری عشرہ تھا۔ایک رات میں سونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تحمید میں مصروف تھا اور جاگ رہا تھا لیکن اچانک میرے ہوش وحواس کھوئے گئے۔اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک نظارہ دکھایا اور در اصل اللہ تعالیٰ نے اس نظارہ میں مجھے میرے متذکرہ بالا سوال کا جواب عنایت فرمایا۔نظارہ یہ تھا کہ میرے سامنے ایک تصویر ہے اور میرا بھائی عبدالسلام میرے ساتھ کھڑا تھا۔میں تصویر کی طرف اشارہ کرکے اپنے بھائی کو کہتا ہوں ''بھائی جی اللہ تعالیٰ نے آسمان سے یہ نعمت میرے لیے بھیجی ہے''۔اسی وقت میری غنودگی کی حالت جاتی رہی۔یہ تصویر کس کی تھی؟ اس تصویر کے نیچے لکھا ہوا تھا۔عطیۃ المجیب بنت حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرالعزیز۔اس واقعہ کے بعد میرے لیے سوال کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی۔

اس وقت میں ایک شادی شدہ انسان ہوں اور بفضل اللہ تعالیٰ میرے تین بچے ہیں۔یہاں پر کوئی کہہ سکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے تجھے تیرا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبارک نسل کے ساتھ جسمانی تعلق پیدا فرمانے کی خبر دی تھی تو پھر تیری یہ شادی کیسے ہوئی؟ یہ واقعہ دراصل اس طرح ہوا کہ ۱۹۸۲ء کے جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لیے میں لاہور سے ربوہ اپنے گھر آیا۔اس وقت میں اپنی ماضی کی خوابوں کی تعبیر کو نہیں جانتا تھا اور نہ ہی مجھے یہ پتہ تھا کہ مستقبل میں اللہ تعالیٰ میرے ساتھ کیا سلوک فرمانے والے ہیں ۔۱۹۸۲ء کے جلسہ سالانہ پر جب میں آیا تو میری ماں نے بے حد اصرار کیا کہ وہ میرا کہیں رشتہ طے کرنا چاہتی ہے اور تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد میری شادی کرنا چاہتی ہے۔میری ماں کا میری شادی کے لیے یہ شدید اصرار اس وجہ سے تھا کہ وہ سمجھتی تھیں کہ چونکہ یہ(عاجز) نوجوان ہے اُنتیس سال کا ہونے کو ہے لیکن یہ(عاجز) شادی کی طرف کیوں توجہ نہیں کرتا۔دراصل میری ماں جی کو یہ وہم ہوگیا تھا کہ کہیں میرا بیٹا مردانہ صفات سے تو عاری نہیں؟

ڈاکٹر شریف احمد صاحب کا ایک بیٹا منیر احمد میرا ماضی کا کلاس فیلو تھا اور بہت اچھا دوست تھا۔اسکی خواہش تھی کہ میرا رشتہ ان کے گھر میں طے ہو۔بہرحال ماں جی کے اصرار پر میرا رشتہ ڈاکٹر شریف احمد صاحب کے گھر طے پا گیا۔وسط دسمبر ۱۹۸۳ء میں پھر میرے ساتھ وہ واقعہ شروع ہوگیا جس کا میں نے شروع میں ذکر کیا ہے۔اور اس طرح غالباً ۳۱۔جنوری ۱۹۸۴ء کو میں اپنا تعلیمی سفر ختم کرکے اور اللہ تعالیٰ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے واپس ربوہ اپنے گھر آگیا۔اور دل میں تھا کہ اب جو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے وہی میں کروں گا۔ان ایام میں ایک دن میری ماں نے مجھے کہا کہ بیٹا کوئی نوکری کرلو۔میں نے اپنے آقا کی پیروی کرتے ہوئے اپنی ماں کو یہی جواب دیا کہ ماں جی ''میں نے تو اللہ تعالیٰ کی نوکری کر لی ہے''۔اس کے بعد میری ماں اور میرے بھائیوں نے یہ دیکھتے ہوئے کہ چونکہ یہ(عاجز) دنیا سے لاتعلق ہو چکا ہے مجھ پر نوکری کے لیے کوئی زور نہ دیا۔جیسا کہ میں نے شروع میں ذکر کیا ہے کہ سقراط کے مشہور قول ''نیکی علم ہے'' پر میں نے کچھ لکھنا شروع کیا تھا۔اس ضمن میں نیکی کے متعلق جو علم مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتا میں اسے لکھتا جاتا۔تقریباً ڈیڑھ سال کے عرصہ میں ایک رَف سا مضمون تیار ہوگیا۔اس دوران سسرال کی طرف سے مجھے شادی کے لیے بھی بار بار کہا گیا۔لیکن میں نے اُنہیں یہی جواب دیا کہ اس معاملہ میں جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذن ہوگا تبھی میں شادی کرونگا۔اللہ تعالیٰ بھلا کرے میرے سسرال والوں کا اُنہوں نے شادی کے معاملہ میں مجھے زیادہ مجبور نہ کیا کیونکہ میرے ہر قسم کے حالات اُنکے سامنے تھے۔بالآخر شروع اکتوبر ۱۹۸۵ء میں اللہ تعالیٰ نے مجھے شادی کیلئے اجازت دے دی اور مزید یہ بھی کہا گیا کہ جس عطیہ کی تجھے بشارت دی گئی ہے وہ بھی اپنے وقت پر تجھے ملے گا۔اس وقت نیکی کے متعلق جو مضمون میں لکھنا چاہتا تھا وہ تقریباً ختم ہو چکا تھا۔اور اس طرح آخر اکتوبر ۱۹۸۵ء میں میری شادی ہوگئی۔

شادی کے چند ماہ بعد میں نے ایک رؤیا دیکھی۔اس رؤیا میں مجھے تین لڑکوں کی بشارت دی گئی اور مزید یہ بھی بتایا گیا کہ درمیان والا یعنی منجھلا لڑکا ایک خاص لڑکا یعنی غیر معمولی ہو گا۔بعد میں اللہ تعالیٰ نے مجھے تین بیٹوں سے نوازا الحمدللہ۔میرے بچے ابھی چھوٹے ہیں اللہ تعالیٰ اُنکو صحت و تندرستی بخشے۔نیک بنائے اور اپنی رضا کی راہوں پر چلائے آمین۔بعض غیر لوگوں نے بھی مجھے بطور خاص کہا کہ تیرا درمیان والا لڑکا الگ نوعیت کا ہے حالانکہ میں نے ان کو رؤیا بھی نہیں بتائی تھی۔اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے اولاد سے متعلق میری رؤیا کو حرف بحرف پورا فرما دیا الحمدللہ۔

غالباً اپریل ۱۹۸۴ء میں میرے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا جس کی تفصیل لکھنا ضروری نہیں۔اس واقعہ کے نتیجہ میں مجھے انتہائی دکھ ہوا اور مجھے اپنے نفس کے متعلق بہت ڈر پیدا ہو گیا۔مجھے یہ فکر دامن گیر ہوگیا کہ کہیں یہ سب کچھ میرے نفس کی طرف سے تو نہیں ہورہا؟ میرا سارا دن کرب میں گزرا اور میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہا کہ اے اللہ تعالیٰ مجھے اپنے نفس کے متعلق ڈر پیدا ہوگیا ہے۔کہیں یہ سب کچھ میرے نفس کی طرف سے نہ ہو؟ عشاء کی نماز کے بعد سب گھر والے سوگئے لیکن مجھے دکھ اور بے قراری کی بدولت نیند نہ آئے۔

میں اپنی چارپائی پر بیٹھا تھا۔میری ایک ٹانگ چارپائی کے نیچے تھی اور دوسری اوپر۔اور میری اللہ تعالیٰ سے یہ فریاد تھی کہ اے اللہ تعالیٰ غلام مسیح الزماں کی خبر اور عطیۃ المجیب کی خبر کہیں میرے نفس کی طرف سے تو نہیں ہے؟ اچانک میں دیکھتا ہوں کہ میری زبان میرے قابو سے باہر ہے اور اس نے ایک فقرہ ''لا ریب فیہ'' تیز تیز دہرانا شروع کر دیا ۔ایک منٹ یا غالباً ڈیڑھ منٹ یہ عمل جاری رہا اور ساتھ ساتھ زبان کانپتی بھی جا رہی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ زبان نارمل ہوگئی۔اس واقعہ کے دوران میں نے مشاہدہ کیا کہ میری زبان میرے قابو سے باہر ہے اور وہ خود بخود ایک فقرہ دہراتی جا رہی ہے۔جب یہ واقعہ ختم ہوا تو پھر مجھے پتہ چلا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تسلی تھی کہ تو ان باتوں میں شک نہ کر۔ یہ باتیں سچی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔اِس کے بعد میرے سارے دن کی گھبراہٹ اور بے قراری دور ہوگئی اور ایک قسم کی سکینت مجھ پر نازل ہوئی اور میں بے حد خوش ہو گیا۔

بعض اوقات اللہ تعالیٰ یقین دلوانے کی خاطر ایک انسان سے ایک دوسرے انسان کو پیغام پہنچاتا ہے جبکہ پہلے انسان کو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ خدا تعالیٰ اُسکے ذریعہ سے ایک دوسرے انسان کو یقین دلوانے کی خاطر پیغام پہنچا رہا ہے۔پہلا انسان اپنے خیال کے مطابق باتیں کر رہا ہوتا ہے اور یہی باتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک دوسرے انسان کے لیے پیغام ہوتی ہیں۔اور اس بات کا مجھے تجربہ سے علم ہوا ہے۔جب اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت ساری باتیں بتائیں لیکن میں اپنی کمزوریوں کی بدولت ان میں شک کرتا رہا تو اللہ تعالیٰ نے مختلف ذرائع سے میرے اِن شکوک کو دور فرمایا اور مجھے حق الیقین بخشا۔اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو یقین دلانے کی خاطر بعض اوقات اس طرح کا بھی سلوک فرماتا ہے اور یہ کوئی میرا ہی خیال نہیں ہے بلکہ اے میرے سید! آپ نے بھی اس خیال کی تائید فرمائی ہے۔جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔

''لیکن علاوہ ازیں بھی کثرت سے جماعت نے خوابیں لکھ کر مجھے بتانا شروع کیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ہدایات آرہی ہیں اور جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہدایات اتری ہیں۔ ان میں ایک عجیب اندرونی نظام ہے زبان کا۔اکثر خوابیں دیکھنے والے سمجھتے ہی نہیں تھے کہ ہم نے کیا دیکھ لیا ہے۔لیکن وہ میرے لیے پیغام ہوتا تھا۔اور پھر اس کی تائید میں ایک دوسری جگہ ایک آدمی ویسی ہی خواب دیکھ رہا ہے اور اس مضمون کو تقویت مل رہی ہے۔اور ایسی خوابیں جو پہلے کبھی کسی جماعت نے نہیں دیکھی تھیں وہ اِتفاقی حادثات نہیں ہیں۔ مثلاً جب سے مجھے دوسال سے زیادہ عرصہ تو نہیں گزرا ابھی خلافت پر مگر اس دوسال کے عرصہ کے اندر کبھی ایک دفعہ بھی کبھی کسی نے یہ خواب نہیں دیکھی کہ گلاب کے پھول کیساتھ میرا کوئی تعلق اس طرح ہے۔ایک واقعہ بھی ایک بھی خواب کسی نے نہیں دیکھی اور ایک ہی دن میں ایک بیرونی دنیا سے اور ایک پاکستان سے دو خط ملتے ہیں۔اور دونوں کہتے ہیں کہ خطرات ہیں۔اور اچانک ہم دیکھتے ہیں کہ دور دراز تک خدا تعالیٰ نے ایک پھیلا ہوا گلابوں کے پھولوں کا ایک میدان عطا فرما دیا ہے۔اور اس مضمون کی خوابیں دونوں جگہ سے اکٹھی ہو جاتی ہیں۔اور یہ جوڑے مسلسل چلتے چلے آرہے تھے۔ایسے معنی خیز تھے کہ خدا تعالیٰ ایک کی تائید میں دوسرے کو خواب دکھاتا تھا۔یہ مجھے بتانے کیلئے کہ اس وہم میں نے کہیں پڑنا کہ اتفاقی حادثات ہیں۔یہ تقدیر کے مطابق یورالہ کی تقدیر کے تابع کہ بعض دفعہ مومن کو خدا خود بتاتا ہے۔بعض دفعہ اسکے لیے دوسروں کو بتاتا ہے۔مثلاً انبیاء کے زمانے میں بھی حضرت لوط کو بعض انسانی فرشتے تھے جنکے ذریعے خبر دی گئی تھی۔اور اسی طرح بہت سے مضامین میں بڑا لمبا وسیع مضمون ہے۔کہ اللہ تعالیٰ ایک شخص کو براہ راست بھی خبریں دیتا ہے لیکن تائید کیلئے تقویت اِیمانی کیلئے اور دل کی ڈھارس کیلئے جماعت کو خبریں بتاتا ہے تا کہ اِسکو مزید یقین ہوتا چلا جائے۔کہ اِلٰہی پیغام ہے۔تو اس طرح کے بہت سے پیغامات ملنے شروع ہوئے جن سے خطرات کا بھی علم ہوتا تھا اور پھر اللہ تعالیٰ کی حفاظت کا بھی علم ہوتا تھا اور غیر معمولی نصرت کا بھی'' (۳۰ اپریل ۱۹۸۴ء محمود ہال لندن)

''اس ضمن میں ایک چھوٹا سا دلچسپ واقعہ بھی سنا دوں اور اس سے انسان کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ بعض دفعہ ضروری نہیں کہ الہام ہو لیکن ایسے واقعات ہوتے ہیں جو خدا کی طرف سے پیغام بن جاتے ہیں اور انسان ان کو پیغام کے طور پر سمجھ لیتا ہے اور اس کی پہچان کے بھی واضح نشانات ہوا کرتے ہیں۔جس وقت اِن (زوجہ خلیفہ رابع۔ناقل) بیماری نے شدت اختیار کی اور ڈاکٹر نے بالآخر ہمیں بتایا کہ دل کا شدید حملہ ہے اور complete heart failure میں جا چکی ہیں۔اِس وقت دعا کے بعد میں لیٹا تو میں نے ٹیلی ویژن خبروں کیلئے آن کیا لیکن عجیب بات ہے کہ اس چینل پر خبروں کی بجائے پنجابی کی ایک قوالی یہاں انگلستان میں آرہی تھی اور وہ یہ قوالی تھی (مجھے لفظ تو پورے یاد نہیں) کہ

جینوں سائیاں رکھے اُنوں نہ مارے کوئی

جس کو سائیں نے رکھنے کا فیصلہ کیا اُسکو مار کوئی نہیں سکتا اور قوالوں کی طرح اسی مصرعے پر اڑا ہوا تھا۔یہی کہے جا رہا تھا۔اچانک مجھے خیال آیا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ میری دعا کا جواب دے رہا ہے کہ یہ مریض وہ ہے جس کو مارنے کی پوری کوشش کی گئی مگر خدا نے فیصلہ کیا ہوا ہے کہ نہیں مارنے دینا اس لیے تم لوگ کچھ نہیں کر سکتے جو مرضی کر لو خدا نے اس مریض کو نہیں مرنے دینا۔اب یہ دل کا ایک تأثر ہو سکتا تھا لیکن اسی شام جب میں ہسپتال بی بی سے ملنے گیا تو انہوں نے یہ عجیب بات بتائی۔کہتے ہیں کہ اس ہسپتال میں تو نہ کوئی گانے، نہ شور، نہ ٹیلی ویژن۔دل کی intensive care ہے، آواز بھی باہر سے نہیں۔جس وقت میرا E.C.G ہو رہا تھا اس وقت اچانک کہیں سے ایک ٹیلی ویژن یا ریڈیو آن ہوا ہو گا تو یہ آواز بار بار پنجابی گانے کی آرہی تھی کہ

جینوں سائیاں رکھےانوں نہ مارے کوئی

اب اس ہسپتال میں میں بار بار گیا ہوں۔ میں نے ایک دفعہ بھی نہ ریڈیو کی آواز سنی نہ ٹیلی ویژن کی آواز سنی اور intensive care میں ویسے بھی آوازیں نہیں پہنچا کرتیں لیکن خدا نے یہ بتانا تھا کہ یہ بھی الہام کی ایک قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا کی آوازوں کے ذریعے جو کہ عام قانون میں جاری ہیں ایک پیغام پہنچا دیتا ہے اور اِسے تقویت دینے کی خاطر اس اعجازی رنگ میں اس کو دہراتا ہے کہ انسان کیلئے شک کی گنجائش نہ رہے اور پھر شفاء کے بعد کے جو واقعات ہیں وہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ثابت کرتے ہیں کہ یہی خدا کا فیصلہ تھا'' (خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲اکتوبر ۱۹۹۰ء)

اے میرے سید! شروع میں اللہ تعالیٰ نے براہ راست مجھے پیغامات دیئے اور بہت ساری خبریں بتائیں۔ لیکن میں اپنی کمزوریوں کی بدولت اِن پیغامات میں شک کرتا رہا۔ میں شک کرتا بھی کیسے ناں۔ میں تو کمزوریوں کا مجموعہ ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بڑے منظّم طور پر میرے ان شکوک وشبہات کو دور فرمایا اور مجھے حق الیقین بخشا۔ وہ اس طرح کہ مجھے براہ راست پیغام دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے میرے اردگرد کے ماحول میں سے یعنی میرے بہن بھائیوں اور میرے دوست احباب کے ذریعے ان پیغامات کو دہرا کر میرے تک پہنچایا۔ اب کہ میرا کچھ شک دور ہوا لیکن مجھے حق الیقین نہ ملا۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یوں کیا کہ اس نے انہی پیغامات کو آپ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرالعزیز کے خطبات اور اشعار کے ذریعے دوہرا کر مجھ تک پہنچایا اور اِس طرح میرے لیے شک کی کوئی گنجائش نہ چھوڑی۔ اے میرے سید! جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو کوئی پیغام دے اور پھر اس پیغام کو دہرا کر اپنے مقرر کردہ کسی خلیفہ کے ذریعے اُس تک پہنچائے۔ تو پھر ایسے پیغام کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے میں کوئی شک ہی نہیں رہتا بلکہ وہ تو پھر پتھر پر لکیر کی طرح یقینی ہے۔ میں یہاں پر اِسکی چند مثالیں دیتا ہوں جبکہ اُنکی تفصیل اِلہامی پیشگوئی کے تجزیہ میں موجود ہے۔

قریباً وسط دسمبر ۱۹۸۳ء سے جو واقعہ میرے ساتھ شروع ہوا اور جسکے نتیجہ میں بعض باتوں کا اچانک مجھے پتہ چلنا شروع ہو گیا۔ اس دوران مجھے یہ بھی بتایا گیا تھا کہ یہ جو فضل تجھے بخشا جارہا ہے۔ دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس دعا کی قبولیت کے نتیجہ میں بخشا جارہا ہے، جس دعا میں تجھے ۷۸۔۱۹۷۷ء میں رؤیا کی صورت میں شمولیت کی توفیق بخشی گئی تھی۔ پھر میں ۱۹۸۳ء کے جلسہ سالانہ میں شمولیت کیلئے دسمبر کے آخر میں ربوہ آیا۔ اس جلسہ کی اِفتتاحی تقریر سے پہلے اے میرے سید! آپکی ایک نظم پڑھی گئی تھی، جو بعد از اں ''مردِ حق کی دعا'' کے عنوان سے بہت مشہور ہوئی۔ یہ نظم جلسہ کے موقعہ پر میں نے بھی سنی تھی لیکن مجھے اس وقت بالکل معلوم نہیں تھا کہ اس نظم میں کیا کچھ بیان فرمایا گیا ہے۔ ویسے بھی جبتک اللہ تعالیٰ کسی بات کا علم نہ بخشے تو اس وقت تک انسان کو کچھ پتہ نہیں چل سکتا۔ جلسہ کے بعد میں واپس لاہور چلا گیا۔ آخر جنوری ۱۹۸۴ء کو میں ہاسٹل چھوڑ کر مستقل طور پر ربوہ اپنے گھر آ گیا۔ فروری اور مارچ ۱۹۸۴ء میں بہت دفعہ میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ یہ فضل تم کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی میں بخشا جارہا ہے۔ یہ بات بھی دل میں ڈالی گئی کہ اگر کوئی تجھ سے یہ پوچھے کہ یہ فضل تجھے کہاں سے ملا ہے۔؟ تو تم یہ بھول کر بھی نہ کہنا کہ یہ میری عقل یا فکر یا عمل کا نتیجہ ہے بلکہ یہ کہنا کہ یہ فضل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی میں بخشا گیا ہے۔

اے میرے سید! جب میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں بات ڈالی ہے۔ تو یہ دل میں بات کا ڈالا جانا اور طرح کا ہے جب کہ دل میں جو خیالات پیدا ہوتے ہیں وہ اور طرح کے ہوتے ہیں۔ ان میں واضح فرق ہے۔ فرق یہ ہے کہ جو خیالات دل میں پیدا ہوتے ہیں وہ زندگی بخش نہیں ہوتے۔ وہ محض خیالات ہوتے ہیں۔ لیکن جو بات خدا تعالیٰ کی طرف سے دل میں ڈالی جاتی ہے وہ قطعی اور زندگی بخش ہوتی ہے اور اس سے ایک عجیب قسم کی سکینت حاصل ہوتی ہے۔ مزید برآں یہ کہ جو بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے دل میں ڈالی جائے مثلاً اگر اللہ تعالیٰ دل میں ڈالے کہ ''یوں ہوگا'' تو ایسی بات اتنی یقینی ہوتی ہے کہ اس میں شک محسوس نہیں ہوتا بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کہ ''یوں ہو چکا ہے'' حالانکہ ابھی ہونا ہوتا ہے۔

بہر حال اس وقت تک میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب اور جو کلام اِلٰہی آپ پر نازل ہوا تھا، اِسکا مطالعہ نہیں کیا ہوا تھا۔ لیکن ان دنوں اتنی دفعہ میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ یہ فضل تجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی میں دیا جارہا ہے، میں کافی حیران ہوا اور میں نے یہ سوچنا شروع کر دیا کہ ضرور حضور علیہ السلام کو کسی غلام کی بشارت دی گئی ہوگی۔ لہٰذا فروری مارچ ۱۹۸۴ء میں، میں نے یہ جاننے کیلئے کہ آیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کسی غلام کی بشارت دی گئی ہے؟ آپ علیہ السلام پر نازل ہونیوالے کلام اِلٰہی کا مطالعہ شروع کیا۔ دراصل میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ جو باتیں میرے دل میں ڈالی جارہی ہیں کیا حضور علیہ السلام پر نازل ہونے والے کلام اِلٰہی میں ان کی تصدیق ہوتی ہے یا کہ تکذیب؟ جب میں نے اس کلام اِلٰہی کا مطالعہ کیا جو حضور علیہ السلام پر نازل ہوا تھا تو مجھے پتہ چلا کہ واقعی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک زکی غلام کی بشارت دی گئی تھی اور اس طرح جو باتیں میرے دل میں ڈالی گئی تھیں اِنکی یہاں تصدیق ہوئی۔ اس مطالعہ کے دوران بہت ساری باتوں کا پتہ چلا جن کا میں آگے ساتھ ساتھ ذکر کروں گا۔

خلیفہ رابعؒ کا مبشر اور منظوم کلام۔

اے میرے سید! غالباً اپریل ۱۹۸۴ء میں اللہ تعالیٰ نے میری توجہ کو آپ کی اس نظم کی طرف موڑا جو ۱۹۸۳ء کے جلسہ سالانہ کی افتتاحی تقریر سے پہلے پڑھی گئی تھی۔ اور مجھے بتایا گیا کہ اِسکے بعض اشعار میں اس فضل کا ذکر موجود ہے جو تجھے بخشا جا رہا ہے۔ اِس نظم کا ایک شعر درج کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں۔

یہ دعا ہی کا تھا معجزہ کہ عصا ساحروں کے مقابل بنا اژدہا ۔ آج بھی دیکھنا مردِ حق کی دعا سحر کی ناگنوں کو نگل جائے گی

جب میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نازل ہونے والے کلام اِلٰہی کا مطالعہ کیا تھا۔ تو اس وقت مجھے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو دو عصا عطا فرمائے تھے ان میں سے ایک عصا آپ کو آپکی دعا کی قبولیت کے نتیجہ میں دیا گیا تھا۔ جیسا کہ درج ذیل کلام الٰہی سے ظاہر ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔

(۱) ۲۱ جون ۱۹۰۳ء۔

''۲۱ جون کو ایک چھڑی پر یہ لکھا ہوا دکھایا گیا۔ دُعَآءُ كَ مُسْتَجَابٌ۔ ترجمہ۔ تیری دعا مقبول ہے۔'' (تذکرہ صفحہ ۳۹۴)۔

(۲) ۲۱ جون ۱۹۰۳ء۔

''مجھے دو عصا دیئے گئے۔ ایک جو میرے پاس تھا۔ دوسرے وہ جو گم ہو گیا تھا۔ اور گم شدہ عصا کو جو میں نے دیکھا تو اِسکے منہ پر لکھا ہوا تھا۔ دُعَآءُ كَ مُسْتَجَابٌ۔ ترجمہ تیری دعا مقبول ہے۔'' (ایضاً)

اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ اس شعر میں جس ''مردِ حق کی دعا'' کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہی دعا ہے جس کی قبولیت کے نتیجہ میں آپکو ایک عصا بخشا گیا تھا جس کا ذکر آپ پر نازل ہونے والے کلام اِلٰہی میں موجود ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ تو اس رؤیا (رؤیا نمبرا جو پہلے درج ہو چکی ہے) کو یاد کر جو تجھے اوائل عمر میں دکھائی گئی تھی۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تجھے (یعنی اس عاجز کو) اپنی دعا میں شامل فرمایا تھا۔ اس شعر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اسی دعا کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس دعا کی قبولیت کے نتیجہ میں تجھے (یعنی اس عاجز کو) حضور علیہ السلام کی غلامی نصیب ہوئی ہے اور اس غلامی کی بدولت ہی تجھے علم و معرفت میں وہ کمال بخشا جائے گا جو کہ سحر کی ناگنوں کو نگل جائے گا۔

یہ باتیں محض ذہنی اختراع نہیں ہیں بلکہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے ۷۸-۱۹۷۷ء میں اس عاجز کو رؤیا نمبرا دکھائی تھی۔ اب میں اس رؤیا کا کس طرح اِنکار کر سکتا ہوں۔ پھر بات خالی رؤیا تک نہیں بلکہ وسط دسمبر ۱۹۸۳ء سے اس رؤیا کی تعبیر بتانے کیساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ علم و معرفت بھی دینا شروع فرما دیا جو کہ یقیناً کامل عرفان ہے جو ان لوگوں کا جو ذات باری تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور اس کے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ اور اُسکے کلام کا انکار کرتے ہیں، منہ بند کرتا ہے۔

اے میرے سید! میں معذرت کیساتھ عرض کرتا ہوں کہ متذکرہ بالا شعر یقیناً آپ نے نظم کیا ہے کیوں کہ یہ شعر آپکے مبارک منہ سے نکلا ہے۔ نہ ہی نعوذ باللہ من ذالک اس شعر کو ہم شاعرانہ خیال کہہ سکتے ہیں کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ امام ہیں اور آپ کے منہ سے نکلی ہوئی بات یقیناً اللہ تعالیٰ کے اِذن سے ہی ہے۔ مزید برآں یہ کہ جب آپ نے یہ شعر نظم کیا تو اس وقت آپکے پیش نظر کیا تھا آپ اسے جانتے ہونگے لیکن کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ آپکے اس شعر میں میری اس رؤیا (رؤیا نمبرا) اور پھر حضور علیہ السلام کی دعا کی قبولیت کے نتیجہ میں عاجز کو علم و عرفان کے ملنے کا ذکر ہو گیا۔ آپ پوری جماعت سے پوچھ کر دیکھ لیں یقیناً یہ عاجز ہی ہے جسے اس نظم کے کہنے سے قریباً چھ سال پیشتر ایسی رؤیا (رؤیا نمبرا) کے دیکھنے کا شرف بخشا گیا۔ پھر رؤیا دیکھنے کے چھ سال بعد اور آپکے نظم کہنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کو اس رؤیا کی تعبیر بتائی اور ساتھ ہی وہ علم معرفت بھی بخشنا شروع فرما دیا جو یقیناً سحر کی ناگنوں کو نگلے گا۔ وہ فضل جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا کی قبولیت کے نتیجہ میں عاجز کو بخشا گیا، کیا اُس کا اِس شعر میں ذکر نہیں ہوا؟ اس نظم کا آخری شعر کچھ یوں ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

عصرِ بیمار کا ہے مرض لادوا کوئی چارہ نہیں اَب دُعا کے سوا ۔ اے غلامِ مسیح الزماں ہاتھ اُٹھا موت آ بھی گئی تو ٹل جائے گی

اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ تو دیکھ اس شعر میں کس طرح تیری اس رؤیا (رؤیا نمبرا) کے مضمون کی طرف اِشارہ ہوا ہے۔ اور اس رؤیا والے واقعہ کا بیان ہوا ہے جو تجھے چھ سال قبل دکھائی گئی تھی۔ رؤیا کا واقعہ کچھ اس طرح تھا کہ حضور علیہ السلام خاکسار کو نماز پڑھنے کی تلقین فرماتے ہیں اور ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ میرے ساتھ دعا کرو (یعنی میری دعا میں شامل ہو جاؤ)۔ اسی وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام دعا کے لیے اپنے ہاتھ اُٹھاتے ہیں۔ خاکسار بھی آپکے ساتھ دعا کیلئے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھاتا ہے اور اس طرح حضور علیہ السلام کی دعا میں شامل ہونے کی توفیق پاتا ہے۔

اے میرے سید! میں معذرت اور ادب کیساتھ عرض کرتا ہوں کہ جب آپ نے یہ شعر باندھا تھا تو پتہ نہیں آپکے پیش نظر کیا تھا؟ لیکن کیا یہ عجیب بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس شعر میں میرے رؤیا والے واقعہ کا ذکر فرمادیا۔ اے میرے سید! یقیناً آپ نے جب یہ متذکرہ بالا اشعار باندھے تو اس وقت آپ کو میری اس رؤیا کے متعلق قطعاً کوئی اطلاع نہیں تھی اور نہ ہی آپ نے یہ اشعار میرے کہنے پر باندھے۔ تو پھر کیا یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت نہیں ہے۔ جس نے پہلے خاکسار کو رؤیا دکھائی اور پھر رؤیا کے مضمون کا آپ سے اشعار کی صورت میں ذکر فرمادیا؟ اے میرے سید! کیا کوئی انسان اپنے منصوبے کیساتھ بھی ایسا کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

ایک اور بات عرض کرتا ہوں وہ یہ کہ جن دنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نازل ہونے والے کلام الٰہی کا مطالعہ کررہا تھا تو جب میں درج ذیل الہام پر پہنچا۔ ''اُجِیْبَتْ دَعْوَتُکُمَا۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ'' ترجمہ۔ تم دونوں کی دعا قبول کی گئی۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ اس الہام میں اسی رؤیا (رؤیا نمبرا) والے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ یہ الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر دسمبر ۱۹۰۷ء میں نازل ہوا تھا۔ پھر اس الہام کے نزول کے قریباً ستر (۷۰) سال بعد اللہ تعالیٰ خاکسار کو ایک رؤیا دکھاتا ہے۔ جس میں حضور علیہ السلام اس عاجز کو دعا کرنے کیلئے فرماتے ہے اور اس طرح غلام اپنے آقا کی دعا میں شامل ہونے کی توفیق پاتا ہے۔ آقا تو اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ نبی اور مقبول بندہ تھا لیکن آقا کی برکت کی بدولت آقا کے ساتھ آقا کے غلام کو بھی شرف قبولیت بخشا گیا اور اس طرح آقا اور غلام دونوں کی دعا بارگاہ ایزدی میں قبولیت پا گئی۔

اے میرے سید! کیا اس طرح انسان اپنی تدبیر اور کوشش کیساتھ بھی کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اے میرے سید! میں کس طرح ان باتوں کو نعوذ باللہ من ذالک نفسانی وساوس سمجھ لوں۔ ۷۸۔۱۹۷۷ء میں، میں نے رؤیا (رؤیا نمبرا) دیکھی تھی۔ یہ پکی بات ہے۔ رؤیا جب دیکھی تھی تو اِس وقت اُسکی تعبیر سے بالکل بے خبر تھا۔ پھر قریباً چھ سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے اس خواب کی تعبیر بتائی اور اس طرح غلام مسیح الزماں کے فضل کی نوید بخشی۔ چند ماہ بعد پھر یہ اطلاع دی گئی کہ دیکھو ان اشعار میں کس طرح رؤیا والے واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ میں ایک بہت کمزور انسان ہوں۔ میں مانتا ہوں چلو فرض کے طور پر کہتا ہوں مجھے نعوذ باللہ من ذالک نفسانی وساوس لاحق ہوگئے لیکن اے میرے سید! کیا آپ نے نعوذ باللہ من ذالک ایسے اشعار باندھنے شروع فرمادیئے جن میں میرے ان نفسانی وساوس کی تائید ہونی شروع ہوگئی؟ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ خلیفہ اور مومنوں کے امیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے مجھے شک کرنے سے منع فرمایا ہی تھا لیکن وقتاً فوقتاً آپکے ارشادات کے ذریعے بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ پیغامات دیئے کہ میں ان باتوں میں شک نہ کروں۔ اور ان کو اپنے نفس کی طرف منسوب نہ کروں کیونکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی سچی باتیں ہیں اور جو رؤیا مجھے دکھائے گئے تھے وہ بھی سچے تھے اور من جانب اللہ تھے۔

ایک اور واقعہ لکھتا ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ چونکہ ہمارا گھر ریلوے لائن کیساتھ ہے اور میں شام کو اکثر ریلوے لائن پر سیر کے لیے جایا کرتا تھا۔ غالباً اپریل ۱۹۸۴ء کی بات ہے۔ ایک دن میں ریلوے لائن پر جارہا تھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ اے میرے اللہ تعالیٰ یہ جو غلام مسیح الزماں کا فضل تو نے مجھے عنایت فرمایا ہے، یہ سچ ہے لیکن مجھے ڈر ہے کہ لوگ اس بات کو نہیں مانیں گے اور غصہ میں آکر کہیں مجھے دکھ نہ دیں۔ یہ جو فضل تو نے مجھے بخشا ہے میں تو مانتا ہوں کہ یہ سچ ہے لیکن تیری خدمت میں ایک التجا کرتا ہوں۔ میری التجا یہ ہے کہ ایک مزید کرم مجھ پر فرما وہ یہ کہ یہ جو فضل تو نے مجھے بخشا ہے۔ جس طرح تو نے متذکرہ بالا دونوں اشعار میں اپنے مقرر کردہ امام کے منہ سے اس فضل کا ذکر کروایا ہے اسی طرح آگے بھی اس فضل کا ان کے مبارک منہ سے ذکر کروانا۔ اگر تو ایسا کردے گا تو پھر مجھے کوئی ڈر نہیں ہے۔ پھر بے شک ساری دنیا میری مخالفت پر اتر آئے تو میں لوگوں کی پرواہ نہیں کرونگا۔ اس وقت میرے دل کو یقین بخشا گیا کہ میں ایسے ہی کرونگا۔

اے میرے سید! اس کے بعد میں نے اپنے کانوں کو بطور خاص آپکے مبارک خطبات کی طرف پھیر دیا۔ یہ دیکھنے کے لیے کہ آیا آپ اس فضل جو اللہ تعالیٰ نے عاجز کو عنایت فرمایا ہے کے متعلق کچھ مزید ارشاد فرماتے ہیں؟ آیا آپکے منہ سے اس فضل کا کسی نہ کسی رنگ میں ذکر ہوتا ہے یا کہ نہیں؟ یہ تو پکی بات ہے کہ میں نے تو آپکو کچھ نہیں کہا کہ آپ یہ یہ ارشاد فرمائیں تاکہ اس طرح اس فضل کا ذکر ہوجائے جو اللہ تعالیٰ نے عاجز کو عنایت فرمایا ہے۔ بلکہ جو کچھ بھی آپ نے ارشاد فرمایا، آپ نے خود فرمایا یا پھر کسی بالا ہستی جو کہ ہر بات پر قادر ہے، نے آپکے مبارک منہ سے ایسی باتیں نکلوائیں تاکہ اس فضل کا آپکے منہ سے ذکر ہوجائے جو کہ عاجز کو بخشا گیا تھا۔ میرے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ میں آپکا ہر ارشاد سن پاتا البتہ جو کچھ سننے کو میسر آیا تو میرے لیے یہ بات بہت حیرت انگیز تھی کہ اس میں اللہ تعالیٰ آپکے مبارک منہ سے اس فضل کا کہیں بالواسطہ اور کہیں بلاواسطہ ذکر کرواتا رہا ہے۔

اے میرے سید! جلسہ سالانہ یوکے ۱۹۸۶ء کے موقعہ پر آپکی ایک نظم پڑھی گئی تھی۔ اس نظم کے سلسلہ میں آپ نے ۹ جنوری ۱۹۹۰ء کے خطبہ میں ارشاد فرمایا۔

''دو اڑھائی سال پہلے کی بات ہے جلسہ یوکے پر میری ایک نظم پڑھی گئی تھی جسکا پہلا شعر یہ تھا۔

دیار مغرب سے جانے والو، دیار مشرق کے باسیوں کو ۔ کسی غریب الوطن مسافر کی، چاہتوں کا سلام کہنا

اس میں دو شعر ایسے بھی تھے جو پیشگوئی کا رنگ رکھتے تھے لیکن الہامی نہیں تھے۔ نیک تمناؤں کا اظہار خدا تعالیٰ کی تائید پر بھروسہ کرتے ہوئے پیشگوئی کے رنگ میں کیا گیا تھا۔ پہلا

شعران دو اشعار میں سے یہ تھا۔

ہمیں مٹانے کا زعم لیکر، اُٹھے ہیں جو خاک کے بگولے ۔ خدا اڑا دے گا خاک اُنکی، کرے گا رسوائے عام کہنا

پس جماعت احمدیہ نے دیکھ لیا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ہماری توقعات سے بڑھ کر پوری شان اور صفائی کے ساتھ اس نیک تمنا کو جو پیشگوئی کا رنگ رکھتی تھی پورا فرما دیا۔ دوسرا شعر یہ تھا۔

بساط دنیا الٹ رہی ہے، حسین اور پائدار نقشے ۔ جہان نو کے اُبھر رہے ہیں، بدل رہا ہے نظام کہنا

اس میں تمام دنیا سے متعلق ایک پیشگوئی تھی جو جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ایک تمنا تھی جو پیشگوئی کا رنگ اختیار کر گئی۔ لیکن اللہ کی ذات پر توکل تھا کہ وہ اسی طرح دنیا کو دکھا دیگا۔ ۔۔۔ پس اس رنگ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور غیر معمولی شفقت کا اظہار فرماتے ہوئے ہماری توقع سے بھی جلد ان باتوں کو دکھا دیا اور ان تبدیلیوں کی بنیادیں ڈال دیں۔ ۔۔۔ جو عظیم الشان اور حیرت انگیز تبدیلیاں بڑی تیزی کے ساتھ دنیا میں رونما ہو رہی ہیں۔ ان تبدیلیوں کو جہان نو کے نقشے قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ان تبدیلیوں کا شعر کے پہلے حصے سے تعلق ہے۔ جو یہ ہے کہ اُلٹ رہی ہے بساط دنیا۔ جو تبدیلیاں آپکو روس میں یا دیگر مشرقی یورپ کے ممالک میں ہوتی ہوئی دکھائی دے رہی ہیں، ان پر یہ امید نہ لگائیں کہ یہ ایک نئے نقشے کی بنیادیں ڈالی جارہی ہیں۔ یہ پرانے نظام کو تباہ کیا جارہا ہے۔ جو عظیم نظام دنیا کے ایک فلسفی نے خدائی نظام کے مقابل پر بنایا تھا، یہ اس کے انہدام کا دور ہے۔ اس لیے محض ان تبدیلیوں کو جہان نو کا نقشہ سمجھ کر خوشی کے نعرے لگانا درست نہیں ہے۔ ان تبدیلیوں سے متعلق ابھی تک انسان، اور جب میں انسان کہتا ہوں تو مراد ہے کہ انسانوں میں سے وہ دانشور جنکے ہاتھوں میں دنیا کی بڑی بڑی قوموں کی باگیں تھمائی گئیں ہیں۔ وہ انسان بھی ابھی تک ان تبدیلیوں کے متعلق یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ انکے نتیجے میں کیا ہونے والا ہے۔ شروع میں ہر ایک نے خوشی سے تالیاں بجائیں اور بڑے بڑے دعاوی کیے کہ دیکھو کیسے عجیب عجیب واقعات ہو رہے ہیں اور خوشی کا اظہار اس رنگ میں کیا گویا یہ تمام اُنکی تائید میں ہو رہے ہیں۔ حالانکہ یہ درست نہیں۔ جو واقعات رونما ہو رہے ہیں اُنکے پس منظر میں جو کچھ ابھرنے والا ہے ابھی تک انسان سے پوشیدہ ہے۔''

اے میرے سید! اسی نظم کا ایک اور شعر نقل کرتا ہوں۔ یہ شعر بھی ایک زبردست پیشگوئی پر مشتمل ہے۔ ہوسکتا ہے یہ شعر بھی پہلے متذکرہ بالا اشعار کی طرح الہامی نہ ہو بلکہ نیک تمناؤں کا اظہار خدا تعالیٰ کی تائید پر بھروسہ کرتے ہوئے پیشگوئی کا رنگ اختیار کر گیا ہو۔ اس شعر میں آپ نے جماعت کو بالخصوص اور دنیا کو بالعموم ایک عظیم الشان بشارت عطا فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

کلید فتح و ظفر تھمائی تمہیں خدا نے اب آسماں پر ۔ نشان فتح و ظفر ہے لکھا گیا تمہارے ہی نام کہنا

اس شعر کا مطلب کچھ اس طرح ہے کہ آپ نے احباب جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا کہ فتح و ظفر کی کلید اب اللہ تعالیٰ نے آسمان پہ تمہیں تھما دی ہے اور فتح اور ظفر کا نشان تمہارے نام لکھ دیا گیا ہے۔ یہ فتح اور ظفر کی کلید کیا ہے؟ یہ فتح اور ظفر کا نشان کیا ہے؟ کیا یہ فتح و ظفر کی کلید غلام مسیح الزماں ہی تو نہیں جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں عنایت فرمائی تھی؟ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں فرماتے ہیں۔

خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے (جل شانہ وعزاسمہ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ۔

''میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی۔ اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لیے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔''

یہ تفصیلی الہامی پیشگوئی تعارف میں نویں نمبر پر درج ہے۔

اے میرے سید! اس الہامی پیشگوئی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک فتح اور ظفر کی کلید کا وعدہ بخشا ہے۔ پیشگوئی کو پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ فتح اور ظفر کی کلید دراصل زکی غلام مسیح الزماں ہے۔ اے میرے سید! آپ ایک عام شاعر نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چوتھے خلیفہ ہیں۔ اگر یہ بات کسی عام شاعر کے منہ سے نکلی ہوتی تو میں یہ سمجھتا کہ شاعر نے محض شاعرانہ موڈ میں ایک بات کہہ دی ہے جو محض خیالی بات ہے اور جسکے لیے ایک عام شاعر ذمہ دار بھی نہیں کیونکہ وہ کہہ سکتا ہے کہ جناب میں نے تو ویسے ہی شاعرانہ موڈ میں بات کی ہے۔ لیکن اے میرے سید! آپ تو اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ مومنوں کے امیر ہیں۔ آپکے بارے میں تو یہ خیال بھی نہیں کیا جا سکتا کہ آپ نے یونہی شاعرانہ موڈ میں یہ بات کہہ دی ہوگی اور عجیب اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ آپ نے یہ خبر یا بشارت بھی اس شان کی دی ہے اور انہی الفاظ میں دی ہے جو کہ الہامی الفاظ ہیں۔ اے میرے سید! پھر عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک فتح اور ظفر کی کلید کا وعدہ بخشا تھا۔

اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام یا آپکے بعد آپ کا کوئی خلیفہ ایک شعر کی صورت میں احباب جماعت کو یہ خبر دے کہ اللہ تعالیٰ نے اب تم کو آسمان پر فتح اور ظفر کی کلید تھما دی ہے اور فتح اور ظفر کا نشان تمہارے نام لکھ دیا گیا ہے۔ تو اس سے مراد سوائے اس موعود الہامی فتح اور ظفر کی کلید کے اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ جب میرے تک یہ شعر پہنچا تو میں نے اللہ تعالیٰ کا بہت شکریہ ادا کیا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ نے بھول کر ان الفاظ میں جماعت کو بشارت دی ہے بلکہ یہ سمجھتا ہوں کہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ جو ہر بات پر قادر ہے، نے آپ کے مبارک منہ سے ان الفاظ کا ذکر کروایا ہے اور اس طرح اس نے اس عاجز کی غم گساری فرمائی۔ اور جو التجا میں نے بارگاہ ایزدی میں کی تھی اسے پورا فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ کے اِذن کے بغیر ان الہامی الفاظ کا آپکے مبارک منہ سے نکلنا ناممکن تھا اور عجیب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کیساتھ اس ناممکن کو ممکن میں بدل دیا۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے موعود زکی غلام مسیح الزماں کو الہامی پیشگوئی میں قدرت کا نشان قرار دیا ہے۔ مزید برآں یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ جس طرح اس شعر سے پہلے والے شعر کا دنیا میں عملی طور پر واقع ہوا اور دن بدن ہو رہا ہے۔ اسی طرح اس شعر کا مضمون بھی تو پورا ہونا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلے آسمان پر ہی فیصلہ کیا کرتا ہے اور بعد ازاں اس فیصلہ کا اظہار دنیا میں ہوتا ہے، جب آسمان پر کوئی بات طے پا جائے تو پھر اس بات کا اظہار زمین پر بھی ہوتا ہے۔

اے میرے سید! یہاں پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک رؤیا درج کرتا ہوں۔

''۲۰۔ اکتوبر ۱۸۹۹ء کو خواب میں مجھے یہ دکھایا گیا کہ ایک لڑکا ہے جس کا نام عزیز ہے اور اس کے باپ کے نام کے سر پر سلطان کا لفظ ہے وہ لڑکا پکڑ کر میرے پاس لایا گیا اور میرے سامنے بٹھایا گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک پتلا سا لڑکا گورے رنگ کا ہے۔ میں نے اس خواب کی یہ تعبیر کی ہے کہ عزیز عزت پانے والے کو کہتے ہیں اور سلطان جو خواب میں اس لڑکے کا باپ سمجھا گیا ہے۔ یہ لفظ یعنی سلطان عربی زبان میں اس دلیل کو کہتے ہیں کہ جو ایسی بین الظہور ہو جو باعث اپنے نہایت درجہ روشن ہونے کے دلوں پر اپنا تسلط کرلے۔ گویا سلطان کا لفظ تسلط سے لیا گیا ہے اور سلطان عربی زبان میں ہر ایک قسم کی دلیل کو نہیں کہتے بلکہ ایسی دلیل کو کہتے ہیں کہ جو اپنی قبولیت اور روشنی کی وجہ سے دلوں پر قبضہ کرلے اور طبائع سلیمہ پر اُس کا تسلّط تام ہو جائے۔ پس اس لحاظ سے کہ خواب میں عزیز جو سلطان کا لڑکا معلوم ہوا۔ اِسکی یہ تعبیر ہوئی کہ ایسا نشان جو لوگوں کے دلوں پر تسلّط کرنے والا ہوگا، ظہور میں آئے گا۔ اور اس نشان کے ظہور کا نتیجہ جسکو دوسرے لفظوں میں اس نشان کا بچہ کہہ سکتے ہیں۔ دلوں میں میرا عزیز ہونا ہوگا جس کو خواب میں عزیز کے تمثل سے ظاہر کیا گیا۔۔۔۔۔۔'' یہ رؤیا تفصیلاً تعارف میں نمبر ۲۹ پر درج ہے۔

جب میں نے یہ رؤیا پڑھی تھی تو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ اس رؤیا میں عزیز نامی جو لڑکا پکڑ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے لایا گیا ہے یہی غلام مسیح الزماں ہے۔ اور سلطان سے مراد وہ قطعی دلیل یا ثبوت ہے جو غلام مسیح الزماں کو بخشا جائے گا اور یہ ثبوت اتنا واضح اور قطعی ہوگا کہ لوگوں کے دلوں پر تسلط تام کرے گا۔ اور میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ اُس نے عملاً اس عاجز کو اس سلطان یعنی قطعی دلیل سے نوازا ہے۔

اے میرے سید! اب آپ کی ایک غزل جو کہ، ماہنامہ اخبار احمدیہ، جرمنی کے مارچ ۱۹۹۰ء کے شمارہ میں شائع ہوئی ہے اور اس غزل کا جو پس منظر آپ نے بیان فرمایا ہے۔ وہ یہاں درج کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں۔

گلشن میں پھول باغوں میں پھل آپ کے لیے ۔ جھیلوں پہ کھل رہے ہیں، کنول آپ کے لیے
میری بھی آرزو ہے، اجازت ملے تو میں ۔ اشکوں سے اک پروؤں، غزل آپ کے لیے
مژگاں بنیں حکایت دل کے لیے قلم ۔ ہو روشنائی، آنکھوں کا جل آپ کے لیے
ان آنسوؤں کو، چرنوں پہ گرنے کا اذن ہو ۔ آنکھوں میں جو رہے ہیں مچل آپ کے لیے
دل آپ کا ہے، آپ کی جاں، آپ کا بدن ۔ غم بھی لگا ہے جاں گسل آپ کے لیے
میں آپ کا ہوں، پر یہ میری زندگی نہیں ۔ جس زندگی کے آج نہ کل آپ کے لیے
اب حسرتیں بسی ہیں وہاں آرزوؤں نے ۔ خوابوں میں جو بنائے محل آپ کے لیے
گو آ رہی ہے میرے ہی گیتوں کی بازگشت ۔ نغمہ سرا ہیں دشت و جبل آپ کے لیے
گرہیں تمام کھل گئیں جز آرزوئے وصل ۔ رکھ چھوڑا ہے اس عقدہ کا حل آپ کے لیے
کل آنے کا جو وعدہ تھا، آ کر تو دیکھتے ۔ تڑپا تھا کوئی کس طرح کل آپ کے لیے
ہر لحہ فراق ہے عمر دراز غم ۔ گزرا نہ چین سے کوئی پل آپ کے لے

آ جائیے کہ سکھیاں پیل مل کے گائیں گیت ۔ موسم گئے ہیں کتنے بدل آپ کے لیے
ہم جیسوں کے بھی دید کے سامان ہوگئے ۔ ظاہر ہوا تھا حسن ازل آپ کے لیے

اس غزل کا پس منظر آپ نے ۱۲۔جنوری ۱۹۹۰ء کے خطبہ جمعہ میں بیان فرمایا ہے۔آپ بیان فرماتے ہیں۔

''ایک اور رؤیا جو پچھلے دنوں دیکھی جس کے نتیجے میں، میں نے ایک غزل کہی۔غزل تو جماعت تک پہنچ چکی ہے لیکن اس کا پس منظر نہیں پہنچا۔اس لیے وہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں۔ پچھلے دنوں ہم نے سوچا کہ دسمبر میں چونکہ ربوہ میں جلسہ نہیں ہوسکتا۔اس لیے کثرت کیساتھ جماعتوں میں جلسے کیے جائیں اور اللہ کے فضل کیساتھ جو رپورٹیں مل رہی ہیں۔بہت ہی بھرپور جلسے سارے پاکستان میں ہوئے ہیں کہ بڑی مدت کے بعد دل کی یہ خلش دور ہوئی۔اور جو اس جلسے میں لطف آیا ہے۔اگر چہ یہ سالانہ جلسہ نہیں تھا اور وہ ربوہ والی کیفیت نہیں تھی۔مگر چھوٹے پیمانے پر ہونے کے باوجود بہت ہی زیادہ ایمان افروز اور تسکین بخش تھا۔چونکہ میں عموماً جلسے کے موقعہ پر کوئی نظم پیش کیا کرتا ہوں، میں نے ایک غزل بھجوائی تھی جس کا عنوان تھا،غزل آپکے لیے،وہ عام دستور سے کچھ ہٹی ہوئی ہے۔اور شاید سننے والوں نے تعجب بھی کیا ہو کہ مجھے یہ کیا سوجھی اس طرز پر غزل کہنے کی اور کیا مقصد ہے تو چونکہ ایک خواب کے نتیجے میں یہ کہی گئی تھی۔اس لیے میں وہ خواب آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔میں نے رؤیا میں دیکھا کہ کوئی عزیز ہے۔وہ میرے لیے ایک مصرعہ پڑھتا ہے اور وہ مصرعہ خواب میں بالکل موزوں ہے یعنی با قاعدہ باوزن مصرعہ ہے لیکن اُٹھنے کے بعد پورا یاد نہیں رہا۔لیکن آخری حصہ اس کا یاد رہا۔جس کے مطابق پھر یہ غزل کہی گئی۔مضمون اس کا یہ تھا کہ لوگ آج کل کے،اس زمانے میں،اِبتلا کے زمانے میں ایسے ایسے اچھے شعر لکھ کر آپکو بھجواتے رہتے ہیں۔نظمیں کہتے رہتے ہیں۔تو اجازت ہو تو میں بھی کہوں اک غزل آپ کیلئے۔''غزل آپکے لیے'' یہ لفظ بعینہٖ وہی ہیں جو رؤیا میں دیکھے گئے تھے۔اور یہ کہوں میں یا کیا الفاظ تھے اِس کی تفصیل یاد نہیں رہی۔چنانچہ اس ''آپ کے لیے'' کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو غزل میں نے کہی اُسکے پہلے چند اشعار اور آخری دراصل نعتیہ ہیں۔وہ میں نے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کو مخاطب کر کے کہے ہیں اور بیچ کے چند اشعار دوسرے مضامین کے بھی ہیں لیکن یہ میں سمجھا دینا چاہتا ہوں کہ وہ میں اپنے متعلق نہیں کہہ رہا (نعوذ باللہ من ذالک) میں نے خود اپنے متعلق تو وہ غزل نہیں کہی تھی۔اگر چہ کسی اور کے خیال سے بعض دفعہ انسان اپنے متعلق بھی ایک آدھ شعر کہہ لیتا ہے کسی کی زبان میں کہ گویا تم یہ چاہتے ہو کہ مجھے یہ پیغام دو۔ایسے بھی ایک دو شعر اس میں ہیں لیکن دراصل اس کے اکثر اشعار نعتیہ ہیں۔پہلے چند اور آخری خصوصیت کیساتھ۔تو یہ اس کا پس منظر ہے جو امید ہے معلوم ہونے کے بعد اس غزل کی طرز بھی سمجھ آجائے گی کہ کیا طرز ہے۔''

اے میرے سید! یہ بات درست ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اس غزل کے پہلے چند اور آخری دراصل نعتیہ ہیں۔ جو کہ آپ نے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کو مخاطب کر کے کہے ہیں۔آپ مزید فرماتے ہیں''اور بیچ کے چند اشعار دوسرے مضامین کے بھی ہیں'' مثلاً جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔

گو آرہی ہے میرے ہی گیتوں کی بازگشت ۔ نغمہ سرا ہیں دشت و جبل آپ کے لیے
آ جائیے کہ سکھیاں پیل مل کے گائیں گیت ۔ موسم گئے ہیں کتنے بدل آپ کے لیے

ان اشعار کے مضمون اور مزاج سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں کسی آنیوالے شخص کی خبر دی جارہی ہے یعنی ایسا شخص جس کا آپ بار بار اپنے گیتوں میں ذکر فرماتے چلے جارہے ہیں۔

اے میرے سید! کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ آپکے ان اشعار میں بھی اس فضل کا ذکر ہوا ہے جس کی خبر عاجز کو ۱۹۸۴ء میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی تھی۔آپ نے یہ غزل ایک خواب کے نتیجہ میں کہی ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔''میں نے رؤیا میں دیکھا کہ کوئی عزیز ہے وہ میرے لیے ایک مصرعہ پڑھتا ہے اور وہ مصرعہ خواب میں بالکل موزوں ہے یعنی با قاعدہ باوزن مصرعہ ہے لیکن اٹھنے کے بعد پورا یاد نہیں رہا۔لیکن آخری حصہ اِس کا یاد رہا جس کے مطابق پھر یہ غزل کہی گئی۔مضمون اس کا یہ تھا کہ لوگ آجکل کے،اِس زمانے میں،اِبتلا کے زمانے میں ایسے ایسے اچھے شعر لکھ کر آپ کو بھجواتے رہتے ہیں۔نظمیں کہتے رہتے ہیں۔تو اجازت ہو تو میں بھی کہوں اک غزل آپکے لیے۔''

جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا ہے کہ متذکرہ بالا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی رؤیا کی تعبیر سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ۱۹۸۴ء میں آگاہ فرمایا اور بتایا کہ اس خواب میں جو عزیز نامی لڑکا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے لایا گیا اور بٹھایا گیا ہے۔یہی عزیز غلام مسیح الزماں ہے۔اب کیا یہ اللہ تعالیٰ کی زبردست قدرت نہیں ہے کہ اُس نے آپکو پہلے ایک خواب دکھائی۔خواب میں کوئی عزیز ہے جو آپکے لیے غزل کہتا ہے اور پھر آپ اس کی غزل کے جواب میں یہ غزل کہتے ہیں۔مزید حیرانی کی بات یہ ہے کہ آپ کی غزل کے چند اشعار کے مضمون اور مزاج سے صاف پتہ چلتا ہے کہ آپ کسی آنے والے شخص (عزیز یعنی غلام مسیح الزماں) کی آمد کی خبر دے رہے ہیں۔

اے میرے سید! شاید آپ یہ سوچیں کہ یہ شخص (یعنی عاجز) میرے اشعار اور میری باتوں کے کیسے کیسے مطالب نکال رہا ہے۔حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں۔میں کوئی ایسی بات نہیں کہہ رہا ہوں جو کہ حقیقت کے برخلاف ہو۔یہ باتیں لکھنے کی صرف اسی شخص کو توفیق مل سکتی ہے جسے حقیقت سے آگاہی ہو چکی ہو۔یعنی جس کو اللہ تعالیٰ پہلے اپنے فضل سے

نوازے اور ساتھ ہی اُسے یہ یقین بھی بخشے کہ میں اس فضل کا اپنے مقرر کردہ امام کے منہ سے ذکر بھی کرواؤں گا۔ ورنہ کسی دوسرے شخص کو ان باتوں کا پتہ نہیں چل سکتا تھا۔ آپ بے شک احباب جماعت سے پوچھ کر دیکھ لیں۔ کیا کوئی دوسرا شخص بھی ان باتوں کو جانتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

اللہ تعالیٰ بعض اوقات ایسے کرتا ہے کہ وہ اپنے انبیاء اور برگزیدوں بندوں کے فہم اور شعور پر خاص تصرف فرما کران سے بعض اوقات ایسے کلمات صادر کروا دیتا ہے جو کہ بعض اوقات آئندہ آنے والے لوگوں کیلئے اِبتلاء کا سبب بن جاتے ہیں اور بعض اوقات اِبتلاء سے نکلنے کا۔ میں نے بطور نمونہ چند مثالیں یہاں لکھی ہیں۔ لیکن وسط دسمبر ۱۹۸۳ء کے بعد سے مختلف اوقات میں اور مختلف اطوار میں اس فضل کا جو عاجز کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی میں بخشا گیا، آپکے خطبات اور اشعار میں اِس کا برابر ذکر ہوتا چلا گیا۔ وسط دسمبر ۱۹۸۳ء میں شروع ہونیوالے واقعہ کے نتیجہ میں جن باتوں کا مجھے غیب سے پتہ چلنا شروع ہوا۔ اگر یہ باتیں میرے ہی نفسانی خیالات تھے۔ تو اللہ تعالیٰ جو علیم وخبیر ہے وہ تو یہ جانتا تھا کہ ایک بندہ اپنے نفسانی خیالات کو خدا تعالیٰ کی باتیں سمجھ رہا ہے۔ تو ایسی حالت میں آپکے منہ سے ان خیالات کی کم از کم لاشعوری طور پر تردید ہونی چاہیے تھی نہ کہ تائید۔ لیکن یہاں تو معاملہ اس کے بالکل برعکس ہوا تردید کی بجائے تائید ہوئی۔

اے میرے سید! حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''ایک دفعہ میں نے خواب دیکھا تھا کہ ایک شخص میرا نام لکھ رہا ہے تو آدھا نام اس نے عربی میں لکھا اور آدھا انگریزی میں لکھا ہے۔ انبیاء کیساتھ ہجرت بھی ہے لیکن بعض رؤیا نبی کے اپنے زمانہ میں پورے ہوتے ہیں اور بعض اولاد یا کسی متبع کے ذریعہ سے پورے ہوتے ہیں۔ مثلاً آنحضرت ﷺ کو قیصر وکسریٰ کی کنجیاں ملی تھیں تو وہ ممالک حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتح ہوئے۔'' (بدر ۲ر ستمبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۲)

حضور علیہ السلام کی اس خواب کا مجھے کوئی علم نہیں تھا۔ یہ خواب پہلی دفعہ میں نے غالباً اکتوبر ۱۹۹۵ء میں پڑھی۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ اس خواب کی تعبیر کو بھی اللہ تعالیٰ نے عاجز کے اس مضمون میں پورا فرما دیا ہے۔ جو کہ میں نے بعنوان ''غلام مسیح الزماں سے متعلق اِلہامی پیشگوئی کا تجزیہ اور اس کی حقیقت'' تحریر کیا ہے۔ یہ مضمون لاشعوری طور پر آدھا اردو میں لکھا گیا ہے اور آدھا انگریزی میں۔ جب میں نے یہ مضمون لکھا تو اس وقت مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس خواب کا کوئی علم نہیں تھا اور نہ ہی مجھے یہ پتہ تھا کہ میں ایک ہی مضمون کو دو حصوں میں کیوں لکھ رہا ہوں۔ دراصل یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کروایا تاکہ متذکرہ بالا حضور علیہ السلام کی خواب کی تعبیر ظاہر ہو جائے۔ جہاں تک عربی اور اردو زبانوں کا تعلق ہے تو یہ دونوں زبانیں باہم ملتی جلتی ہیں۔ دونوں کا رسم الخط دائیں سے بائیں شروع ہوتا ہے۔ ویسے بھی تحریر میں دونوں زبانیں باہم مشابہت رکھتی ہیں اور دونوں زبانوں کا فرق بہت معمولی ہے۔ عربی کی بجائے اگر مضمون کا آدھا حصہ اردو میں لکھا گیا ہو تب بھی حضور علیہ السلام کی خواب پوری ہو جاتی ہے۔ اے میرے سید! کیا یہ سب اتفاقات ہیں؟ کیا یہ سب کچھ انسان اپنے منصوبے یا تدبیر سے بھی کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ خواب بھی میری سچائی پر گواہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو آخری زمانہ کے یعقوب بھی تھے۔ آپ کو بھی ایک یوسف کی خبر دی گئی تھی۔ یہ یوسف دراصل غلام مسیح الزماں ہی تھے۔ آپ پر جو کلام اِلٰہی نازل ہوا اس میں اس یوسف کا ذکر موجود ہے۔ آپ نے اپنے اشعار میں اپنے یوسف کا یوں ذکر فرمایا ہے۔

باغ میں ملت کے ہے کوئی گل رعنا کھلا ۔ آئی ہے باد صبا گلزار سے مستانہ وار

آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے ۔ گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اسکا انتظار

ان اشعار میں حضور علیہ السلام نے اپنے موعود یوسف کو گل سے تشبیہ دی ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عاجز کو جو دعا سکھائی اُس کا آخری شعر کچھ یوں ہے۔

برائی سے بچوں، اور زباں پہ ہو صداق ۔ تیرے چمن کا گل ہوں، گل کی تو کر حفاظت

۱۹۷۸ء میں جب یہ دعا اللہ تعالیٰ نے مجھے سکھائی تھی تو اس وقت مجھے یہ علم نہیں تھا کہ آخری شعر میں لفظ ''گل'' کے استعمال میں کیا حکمت ہے؟ ۱۹۸۹ء میں جرمنی کے سالانہ جلسہ میں شمولیت کے لیے میں فرینکفرٹ گیا۔ تو راستہ میں ٹرین میں اللہ تعالیٰ نے مجھے لفظ ''گل'' کے استعمال کی حکمت سے آگاہ فرمایا اور بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے موعود یوسف کو ''گل'' سے تشبیہ دی ہے اور وہ موعود یوسف غلام مسیح الزماں ہے۔ اور اسی مناسبت سے ۱۹۸۴ء میں میں اللہ تعالیٰ نے عاجز کو ایک رؤیا دکھائی۔ رؤیا میں دیکھتا ہوں کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے کھڑا ہوں اور حضور علیہ السلام مجھ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔ ''عبدالغفار احمد گلنار'' غالباً دو دفعہ۔ ''احمد گلنار'' کے معانی کی یہ تفہیم دی گئی کہ ''سرخ احمد''۔

یہ رؤیا میں نے ۱۹۸۴ء کے شروع میں دیکھی تھی۔ مزید برآں یہ کہ خواب اور یوسف میں ایک تعلق ہے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کا تذکرہ ہوگا تو انسان کا ذہن فوراً خواب کی طرف جاتا ہے اور اگر خواب کا ذکر ہوگا تو انسان کا ذہن فوراً حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف چلا جائے گا۔ حضرت یوسفؑ کو اللہ تعالیٰ نے نوعمری میں خواب ہی دکھائے تھے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان کے ایک خواب کا ذکر فرمایا ہے جب کہ توریت سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نوعمری میں بطور خاص دوخواب دکھائے تھے۔اور یہی سلوک اللہ تعالیٰ نے عاجز کیساتھ بھی فرمایا۔عاجز کو بھی نوعمری میں اللہ تعالیٰ نے دوخواب بطور خاص دکھائے جن کا ذکر میں شروع میں کر چکا ہوں اور پھر بعد میں اپنے وقت پر انکی تعبیر سے بھی آگاہ فرمایا۔جب میں نے یہ مبارک خوابیں دیکھی تھیں۔اس وقت میں نوجوان تھا اور زندگی کا سفر حصول علم میں طے کر رہا تھا۔جب خواب دیکھے تھے تو اس وقت مجھے انکی تعبیر معلوم نہ تھی۔خوابیں دیکھنے کے چھ سال بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے ان خوابوں کی تعبیر سے آگاہ فرمایا اور مجھے بتایا کہ میں تجھے خیر کثیر بخش رہا ہوں اور یہ سب کچھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا کی قبولیت کے نتیجہ میں تجھے بخشا جا رہا ہے۔ویسے بھی اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت کسبی نہیں وہبی ہوتی ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش اور عطا ہوتی ہے۔ہر قسم کے فضل کے خزانے اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں اور وہ اپنے کسی بھی بندے کو اپنی بخشش اور عطا سے نواز سکتا ہے۔

اے میرے سید! جہاںتک میرا تعلق ہے تو مجھے کسی نیکی یا پاکیزگی کا کوئی دعویٰ نہیں ہے۔میں اپنے آپ کو نفس سے بری بھی نہیں سمجھتا۔میری زندگی خطاؤں اور گناہوں سے بھری ہوئی ہے اور میں تو اس اہل بھی نہیں کہ لوگ مجھ پر تھوکیں۔میں سراسر بے عمل اور بے علم انسان ہوں اور میرے پاس سوائے شرمندگی کے آنسوؤں کے اور کچھ نہیں۔لیکن ان سب کمزوریوں کے باوجود میں اللہ تعالیٰ کے فضل کا کس طرح انکار کروں۔جیسا کہ شروع میں اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دی تھی کہ میں تجھے خاص علم عطا کروں گا اور تو ہمیشہ غالب رہے گا۔بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے اپنے قول کے مطابق اپنا فعل بھی ظاہر فرمایا اور مجھے آسمان سے سلطان یعنی ایک قطعی اور بزرگ دلیل بخشی گئی جو نہایت درجہ روشن اور دلوں پر تسلط کرنے والی ہے۔

اس بزرگ دلیل کے تین اجزاء ہیں۔دلیل کی پہلی جز یہ ہے جیسے کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عوام الناس اور علمائے اسلام کے عقیدہ کے برخلاف یہ بات بتائی کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام آسمان پر زندہ بجسم عنصری نہیں گئے بلکہ انہوں نے بھی طبعی طور پر وفات پائی ہے اور یہ بات قرآن پاک کی تیس آیات سے ثابت ہوتی ہے۔اور جب آسمان پر کوئی گیا ہی نہیں تو آسمان سے آنا کس نے تھا۔حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پتہ چلنے سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حیات مسیح سے متعلق عقیدہ بھی عام لوگوں کی طرح تھا۔اے میرے سید! ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ انکشاف فرمایا کہ غلام مسیح الزماں ابھی تک ظاہر نہیں ہوا۔اور جب میں نے غلام مسیح الزماں سے متعلق کلام الٰہی کو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نازل ہوا تھا،اس الٰہی انکشاف کی روشنی میں دیکھا تو واقعی یہ بات ثابت ہوئی کہ غلام مسیح الزماں ابھی تک ظاہر نہیں ہوا۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکشاف ہونے سے پہلے غلام مسیح الزماں سے متعلق میرا عقیدہ بھی ویسا ہی تھا جیسا کہ جماعت کا ہے۔

دلیل کی دوسری جز جو اللہ تعالیٰ نے عاجز کو عنایت فرمائی یہ ہے۔جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے لیے سورج اور چاند کو مخصوص ایام میں گرہن لگایا۔یہ دلیل بہت عظیم الشان تھی اور دراصل آپکی صداقت پر آسمانی گواہی تھی۔کیونکہ کسی انسان کو یہ طاقت حاصل نہیں کہ وہ اپنے دعویٰ کو سچا ثابت کرنے کے لیے شمس و قمر کو گرہن لگا دے۔بلکہ یہ طاقت صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے کہ وہ اپنے کسی بندے کی سچائی ثابت کرنے کے لیے شمس و قمر کو گرہن کر دے۔اللہ تعالیٰ نے اس عاجز پر احسان فرمایا اور اپنی قدرت کے ساتھ آپ ایدہ اللہ تعالیٰ کو میری صداقت کا لاشعوری گواہ بنایا۔کیا یہ میری طاقت تھی کہ میں مروجہ عقیدہ کے برخلاف آپکے مبارک منہ سے ان باتوں کو نکلواتا جن سے اس فضل کی تائید ہوتی ہے جو کہ عاجز کو اللہ تعالیٰ نے بخشا ہے؟

دلیل کی تیسری جز یہ ہے۔جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی جناب سے روحانی خزائن بخشے جو بخشے جو قیامت تک لوگوں کی روحانی پیاس بجھاتے رہیں گے۔ویسے ہی اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کو اپنی کمال معرفت سے نوازا۔عرفان کا کمال الٰہی تعریف پر ختم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے عاجز کو اپنی تعریف سے نوازا ہے۔غلام مسیح الزماں سے متعلق الہامی پیشگوئی کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تعریف غلام مسیح الزماں کے ہی نصیب میں تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ہی مَظۡهَرُ الۡحَقِّ وَ الۡعَلَآءِ قرار دیا ہے۔اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ اس نے جو علم و عرفان عاجز کو بخشا ہے،اس علم و عرفان کو اس طرح عنایت فرمایا ہے کہ اس میں غلام مسیح الزماں کی دیگر علامتوں کے علاوہ اُس کی مرکزی علامت مَظۡهَرُ الۡحَقِّ وَ الۡعَلَآءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔کو پورا فرمایا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی میں جو علم و معرفت میں کمال بخشا ہے،وہ ان لوگوں کے واسطے،جو خدا تعالیٰ کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا کے دین اور اسکی کتاب اور اسکے پاک رسول محمد مصطفٰے کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کھلی نشانی ہے۔یہ جو میں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاکسار کو علم و معرفت میں کمال بخشا ہے۔اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ نعمت صرف خاکسار کو ہی ملی ہے۔نعوذ باللہ من ذالک۔

دراصل ہمارے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے کامل علم و عرفان عنایت فرمایا تھا اور کلام پاک اس سے لبالب بھرا ہوا ہے۔آپ ﷺ کے بعد پھر آپکے غلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کامل علم و عرفان عنایت فرمایا اور آپکی تصانیف اس سے بھری ہوئی ہیں۔خاکسار کو جو علم و معرفت بخشا گیا وہ علم و معرفت کے اس سمندر جو کہ آنحضور

ﷺ اور آپکے غلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عنایت فرمایا گیا، میں سے ایک قطرہ کے طور پر ملا ہے۔ اور یہ فضل مجھ پر آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی میں ہوا۔ اگر عاجز انکی غلامی میں نہ ہوتا تو یہ فضل مجھے کبھی بھی نصیب نہ ہوسکتا۔ مزید برآں یہ علم و معرفت میں کمال عاجز کو منظم اور علمی رنگ میں ملا ہے تا کہ باطل فلسفہ کو دلیل کیساتھ دفن کیا جائے۔

اے میرے سید! حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر غلام مسیح الزماں سے متعلق جو کلام اِلٰہی نازل ہوا اسے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی حیرت انگیز فتوحات غلام مسیح الزماں سے وابستہ ہیں۔ جیسا کہ درج ذیل کلام الٰہی سے ظاہر ہے۔

۱۸ فروری ۱۹۰۷ء۔ ’’(۱) كُلُّ الْفَتْحِ بَعْدَهٗ (۲) مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔ (۱) سب فتح اُسکے بعد ہے (۲) وہ حق اور غلبہ کا مظہر ہوگا گویا خدا آسمان سے اُترے گا۔‘‘

اے میرے سید! معذرت کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ اس طرح اپنے کسی بندے پر اپنے فضل کے متعلق اتمام حجت کردے تو پھر وہ بندہ فضل باری تعالیٰ کا کس طرح انکار کرے؟ انسان کی دنیوی زندگی بہت مختصر اور عارضی ہے۔ اس میں لوگوں سے ڈرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے۔ میری نظر میں وہ انسان بہت بدنصیب ہے جو جھوٹ بول کر کوئی عزت حاصل کرنا چاہتا ہے ایسی عزت سے وہ گمنامی لاکھوں درجے بہتر ہے جس میں جھوٹ کی آمیزش نہ ہو۔ مزید برآں یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ اگر کوئی انسان یہ بات ثابت کردے کہ غلام مسیح الزماں پہلے ظاہر ہو چکا ہے تو میں آپکو یہ لکھ کر دیتا ہوں کہ مجھے آپ کسی بھی جگہ صلیب پر چڑھا دیں کیونکہ میں جھوٹی زندگی سے مرنے کو بہتر سمجھتا ہوں۔ میں یہ الفاظ نعوذ باللہ تکبر کیساتھ نہیں لکھ رہا بلکہ اس لیے لکھ رہا ہوں تا کہ سچائی کا خون نہ ہو۔

اے میرے سید! کوئی گاؤں تھا۔ اس میں زید نامی ایک لڑکا رہتا تھا۔ اچانک اس گاؤں میں سخت آندھی آئی۔ سخت رعد اور برق کیساتھ تیز بارش ہوئی اور ساتھ ہی زلزلہ بھی آ گیا۔ اس دوران بہت سے مکان زمین بوس ہو گئے اور کافی لوگ ہلاک ہوئے۔ زید نامی لڑکا بھی لاپتہ ہو گیا۔ بعدازاں گاؤں کے لوگ قیاس کرنے لگے کہ زید نامی لڑکا شاید کسی مکان کے نیچے آ کر ہلاک ہو گیا ہے اور آہستہ آہستہ یہ قیاس پختہ ہو گیا اور لوگوں کو یقین ہو گیا کہ زید واقعی مر گیا ہے۔ لیکن دراصل ہوا اس طرح تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی تدبیر کے ساتھ زید کو کسی دور نامعلوم جگہ لے گیا۔ چالیس پچاس سال کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کیساتھ زید کو پھر اسی گاؤں میں لے آیا۔ لوگوں نے جب دیکھا کہ یہ تو وہی زید ہے جو ہمارے خیال میں مر چکا ہے۔ اب لوگوں کے لیے سوال پیدا ہوا کہ وہ حسب سابق زید کو وفات یافتہ سمجھیں یا کہ زید کی زندگی کا اقرار کریں جو کہ ان کے سامنے جیتا جاگتا کھڑا تھا۔ اے میرے سید! ایسی حالت میں اس گاؤں کے لوگوں کو کیا کرنا چاہیے؟ کیا وہ زید کو زندہ تسلیم کرلیں یا کہ اُسکی قیاسی وفات پر قائم رہیں؟ میرے خیال میں جب زید اُنکے سامنے زندہ سلامت آ کھڑا ہوا تو پھر انہیں زید کو زندہ ہی سمجھنا چاہیے اور زید کی قیاسی وفات کے خیال کو ترک کر دینا چاہیے۔

اے میرے سید! بالکل یہی معاملہ غلام مسیح الزماں کے ساتھ بھی ہوا ہے۔ وہ بھی اِبتلاء کی ظلمت میں کھو گیا اور اس طرح جماعت کے لیے ایک ابتلاء پیدا ہو گیا۔ قریباً ایک صدی کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کیساتھ اسے پورے ثبوت کیساتھ آپکے سامنے لایا ہے۔ مجھے کامل امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اسے پہچاننے کی ضرور توفیق بخشے گا آمین۔ اگر کسی اِلٰہی جماعت کے بانی کو اللہ تعالیٰ نے کسی فضل کا وعدہ دیا ہو۔ بعدازاں اگر کوئی شخص ایسے فضل کا مدعی ہو۔ تو اس مدعی پر بھی یہ فرض ہے کہ وہ اس فضل کا کوئی ثبوت پیش کرے۔ بغیر ثبوت کے ایسے دعویٰ کو مان لینا درست نہیں۔

اے میرے سید! آپکو یہ حق حاصل ہے کہ آپ مجھ سے اس فضل کا ثبوت مانگیں جس کے بارے میں، میں نے عرض کیا ہے، کہ وہ اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کو بخشا ہے۔ اگر میں اس فضل کا کامل ثبوت پیش کردوں تو پھر میں یقیناً سچا ہوں گا اور اگر ثبوت پیش نہ کرسکوں تو پھر یقیناً میں غلطی پر ہوں گا۔ اور ایسی حالت میں آپ جو سزا مجھے دینا چاہیں ضرور دیں۔ میں اسکے لیے تیار ہوں۔ آزمائش شرط ہے۔

اے میرے سید! جلسہ یوکے، کے موقعہ پر یعنی ۱۲۔ اگست ۱۹۸۷ء کو جو آپ نے اِختتامی خطاب ارشاد فرمایا۔ یہ سارا خطاب انتہائی ایمان افروز اور حیرت انگیز تھا۔ میں آپ کی مہربان توجہ آپ کے اس خطاب کی ایک دو باتوں کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں۔ میثاق النبیین کے سلسلے میں ایک موقعہ پر آپ ارشاد فرماتے ہیں خلاصۃً عرض کرتا ہوں۔ کہ کچھ لوگ ہوں۔ ان میں صاحب کتاب نبی آ چکا ہو۔ صاحب کتاب نبی کتاب کی حکمتیں بھی بیان کردے۔ صاحب کتاب نبی کے بعد بعض اور انبیاء بھی آئیں اور کتاب کی حکمتیں بیان کریں اور لوگ سمجھ بیٹھیں کہ بس اب سب کچھ مکمل ہو گیا ہے۔ کتاب بھی آ گئی ہے اور اس کی حکمتیں بھی بیان ہو چکی ہیں۔ اب کسی نے نہیں آنا یا اب کسی کے آنے کی ضرورت نہیں۔ جب لوگ ایسا سمجھ بیٹھیں تو پھر اللہ تعالیٰ کسی شخص کو بھیج دے۔ وہ شخص کہے کہ مجھے خدا نے بھیجا ہے۔ ایسی حالت میں لوگوں کو (جن میں وہ آئے) اس شخص سے کیا سلوک کرنا چاہیے۔ آپ فرماتے ہیں۔ ایسی حالت میں لوگوں کا یہ حق ہے کہ وہ اس شخص سے پوچھیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں کیا کہا ہے۔ اگر وہ شخص کہے کہ لوگو! صاحب کتاب

نبی سچا تھا اور جو کتاب وہ لایا تھا وہ بھی سچی ہے۔صاحب کتاب نبی کے بعد جو نبی آئے وہ بھی سچے تھے۔اور کتاب کی جو حکمتیں انہوں نے بیان کیں وہ بھی سچی ہیں۔مزید وہ یہ کہے کہ میں تو جو آپکے پاس ہے اسکی تصدیق کرتا ہوں اور اسکی حکمتوں کو خوب کھول کر بیان کر رہا ہوں۔تو ایسی حالت میں لوگوں کا حق یہ نہیں ہے کہ وہ ڈنڈے لے کر اسکے پیچھے پڑ جائیں اور اسکے قتل کے ارادے بنانے شروع کر دیں۔ایک شخص جو خدا کی طرف سے ہونے کا دعویٰ کرے اور جو لوگوں کے پاس ہو اس کی تصدیق کر رہا ہو اور اس کی حکمتوں کو خوب کھول کر بیان کر رہا ہو۔تو ایسے شخص کی تکذیب کرنا حق اور انصاف کے خلاف ہے بلکہ لوگوں کو چاہیے کہ وہ جو انکی تصدیق کر رہا ہے، اس کی وہ بھی تصدیق کریں۔اور ایسا کرنے میں انہیں کوئی خطرہ نہیں۔

اے پیارے آقا! آپ نے یہ الفاظ پتہ نہیں کس پس منظر میں بیان فرمائے ہیں لیکن ان الفاظ سے ایک عمومی اصول اخذ ہوتا ہے۔وہ یہ کہ اگر کچھ لوگ ہوں اور وہ یہ سمجھ بیٹھیں کہ اب سب کچھ مکمل ہو گیا ہے۔اب کسی نے نہیں آنا۔حالانکہ انکے پاس ایک الہامی پیشگوئی موجود ہو۔پھر ان میں ایک شخص آ جائے اور وہ یہ کہے کہ خدا تعالیٰ نے یہ فضل مجھے بخشا ہے۔اور وہ اس الہامی پیشگوئی کی حکمتوں کو خوب کھول کر بیان کرے اور اسکی تصدیق کر رہا ہو۔تو ایسی حالت میں لوگوں کا یہ حق نہیں ہے کہ وہ اُس آنیوالے شخص کی مخالفت کریں بلکہ جب آنیوالا اس موعود الہامی پیشگوئی کی تصدیق کر رہا ہے جو کہ اُنکے پاس موجود ہے تو اس حالت میں لوگوں پر بھی فرض بنتا ہے کہ وہ بھی آنیوالے کی تصدیق کریں کہ وہ سچا ہے۔اے میرے آقا! میں نے جو درخواست آپکی خدمت میں کی ہے۔اس میں، میں یہی عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا قبول فرما کر جواباً آپ کو ایک رحمت کے نشان کا وعدہ دیا تھا۔ایک فضل اور احسان کا وعدہ دیا اور فتح اور ظفر کی کلید کی بشارت بخشی۔اور یہ غلام مسیح الزماں سے متعلق الہامی پیشگوئی اس وقت جماعت کے پاس موجود ہے۔اگر اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق اس غلام مسیح الزماں کو بھیج دے اور جماعت ڈنڈے لے کر اُسکے پیچھے پڑ جائے اور اس کے قتل کے ارادے بنانے شروع کر دے تو یہ کیا عجیب بات نہیں ہوگی؟ آنیوالا تو اس الہامی پیشگوئی، جو اس وقت جماعت کے پاس موجود ہے، کی تصدیق کر رہا ہو اور جماعت اُسے کہے کہ تو ہوتا کون ہے ایسی بات کرنیوالا؟

اے میرے سید! اللہ تعالیٰ نے جو رحمت مجھ پر کی ہے۔جو فضل مجھے بخشا ہے۔وہ اس الہامی پیشگوئی کی تصدیق کرتا ہے جو اس وقت جماعت کے پاس موجود ہے۔اس حالت میں جماعت کا یہ تو حق ہے کہ وہ مجھ سے غلام مسیح الزماں سے متعلق الہامی پیشگوئی کا ثبوت مانگے۔اس سے زیادہ جماعت کا حق نہیں ہے۔اور اگر میں غلام مسیح الزماں سے متعلق الہامی پیشگوئی کا کامل ثبوت پیش کر دوں تو پھر جماعت کو چاہیے کہ مجھے دکھ دینے کی بجائے، مجھے پریشان کرنے کی بجائے اس ثبوت کو قبول کر لیں۔کیونکہ ایسا کرنے میں جماعت کو کوئی خطرہ نہیں۔مزید برآں جماعت کا یہ تو حق ہے کہ وہ اس بات کا دفاع کرے کہ کسی جھوٹے کو شر پھیلانے کا موقع نہ ملے لیکن یہ دفاع ایسا بھی نہیں ہونا چاہیے جس سے کسی سچے کا خون ہو جائے۔اے میرے سید! یہ ضروری نہیں کہ جو ثبوت غلام مسیح الزماں سے متعلق میں پیش کروں گا اسے ہر شخص قبول کر لے کیونکہ سچائی کو قبول کرنے کے لیے خود اپنے اندر بھی سچائی کو قبول کرنے کی استطاعت کا ہونا ضروری ہے۔وگرنہ ایک سچ بھی بعض اوقات جھوٹ نظر آنے لگتا ہے۔قرآن پاک سے بڑا سچ اور کیا ہو سکتا ہے؟ لیکن بعض لوگوں کو یہ بھی نعوذ باللہ من ذالک جھوٹ نظر آیا اور وہ اسکی قبولیت سے محروم رہے۔

اے میرے سید! ایک اور بات جس پر آپ نے اپنے ۱۲۔اگست ۱۹۸۷ء کے خطاب میں روشنی ڈالی ہے۔وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں پر رحم اور فضل فرماتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے رحم اور فضل کو جذب کرنیوالے یہ بندے ایک جیسے نہیں ہوتے۔آپ نے یہ بات اپنے خطاب میں کمزور اور طاقتور ریڈیو سیٹ کی مثالیں دے کر بیان کی ہے۔ان بندوں میں بعض طاقتور اور بعض کمزور ہوتے ہیں۔ایسے کمزور بندوں تک جب اللہ تعالیٰ کوئی پیغام پہنچاتا ہے تو وہ اِس کو من وعن بیان نہیں کر سکتے کیونکہ اُنکی صلاحیتوں کے خزانے اور اُنکی امانتوں کے جوہر ایسے نہیں ہوتے کہ وہ اس پیغام کو من وعن بیان کر سکیں جو کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو دیا ہوتا ہے۔آپ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی بندہ کوئی بات پیش کرے اور اس بات سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ یہ بات خدا کی ہے نہ کہ بندے کی تو پھر ایسا بندہ خواہ کالا ہو خواہ گورا ہو۔امیر ہو یا کہ غریب۔عالم ہو یا کہ ان پڑھ۔خواہ وہ کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو۔پھر بھی وہ پیغام بر کہلانے کا حق رکھتا ہے۔اور اس بندے کی کمزوری کا اس پر کوئی بھی فرق نہیں پڑے گا۔اے میرے آقا! میں پھر عرض کرتا ہوں کہ آپ نے یہ الفاظ پتہ نہیں کس پس منظر میں بیان فرمائے ہیں۔لیکن ان الفاظ سے پھر ایک عمومی اصول اخذ ہوتا ہے۔وہ یہ کہ اگر کوئی بندہ یہ کہے کہ مجھے خدا نے بھیجا ہے اور اُسکی باتوں سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ یہ باتیں خدا تعالیٰ کی ہی ہو سکتی ہیں اُسکی اپنی نہیں۔تو پھر ایسا انسان خواہ کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو۔خواہ کتنا ہی ادنیٰ کیوں نہ ہو۔پھر بھی وہ پیغامبر کہلانے کا حق رکھتا ہے۔

اے میرے سید! خدا تعالیٰ کی بات جو مجھ تک پہنچی میں اس کو من وعن آپ کے آگے پیش نہ کر سکا بلکہ ٹوٹی پھوٹی زبان میں پیش کر رہا ہوں۔اُسکی وجہ یہ ہے کہ میری صلاحیتوں کے خزانے اور میری امانتوں کے جوہر ایسے نہیں تھے کہ میں اس بات کو جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھ تک پہنچی آپکے آگے من وعن پیش کرتا۔مجھے اپنی کمزوریوں کا اعتراف ہے اور میں بجز غلاظت کے ڈھیر کے اور کچھ نہیں۔لیکن اس کے باوجود وہ باتیں جو آپکے آگے پیش کر رہا ہوں۔ان سے ثابت ہوگا کہ یہ باتیں میری خود ساختہ نہیں ہیں۔بلکہ یقیناً ایک علیم وخبیر

بالا ہستی کی طرف سے مجھ تک پہنچی ہیں۔

اے میرے سید! فرض کریں اللہ تعالیٰ نے زید نامی شخص کو کوئی بات بتائی یا کوئی پیغام دیا۔ اب اللہ تعالیٰ تو جانتا ہے کہ میں نے زید کو فلاں پیغام دیا ہے۔ زید بھی اپنی صلاحیت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی بات کو سمجھے گا اور یقین رکھتا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فلاں بات سے آگاہ فرمایا ہے۔ جب زید دوسرے لوگوں کو بتائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فلاں بات سے آگاہ فرمایا ہے تو ایسی حالت میں لوگوں کا شک میں پڑنا ایک قدرتی بات ہے۔ لوگ سوچیں گے کہ زید ہماری طرح کا چلتا پھرتا اور کھاتا پیتا انسان ہے بلکہ ہم سے بھی کمتر ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے بات کس طرح کر لی۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا واقعی اللہ تعالیٰ نے زید سے بات کی ہے یا اسے کوئی پیغام دیا ہے؟ اس سوال کا ایک قطعی حل موجود ہے۔ حل یہ ہے کہ جب مثلاً زید یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فلاں بات بتائی ہے تو اگر زید اپنے قول میں سچا ہے تو لازماً اللہ تعالیٰ اپنے قول کے مطابق اپنا فعل بھی ظاہر فرمائے گا۔ اور اگر زید کی بات کے مطابق اللہ تعالیٰ کا فعل ظاہر ہو جائے تو پھر زید یقیناً سچا ہے۔ بصورت دیگر اس بات کا امکان موجود رہتا ہے کہ زید کہیں غلطی خوردہ نہ ہو۔ اے میرے سید! وہ باتیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھ تک پہنچیں۔ اگر ان کے مطابق اللہ تعالیٰ کا فعل ظاہر نہ ہوتا تو پھر میں لازماً ان باتوں کو اپنے نفس کی طرف منسوب کرتا۔ اگر چہ میں بے انتہا کمزور ہوں لیکن پھر بھی چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قول کے مطابق اپنا فعل ظاہر فرما دیا لہٰذا کمزوریوں کے باوجود میرے لیے ممکن نہ رہا کہ میں ان باتوں کو اپنے نفس کی طرف منسوب کروں۔ کیونکہ میں ایسا کر کے ظالموں میں شامل ہونا نہیں چاہتا۔

آج سے قریباً دو ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کی آزمائش کی۔ ایک ایسے انسان کو ان کی طرف پیغامبر بنا کر بھیجا گیا جو نہ صرف غریب اور ادنیٰ طبقے سے تعلق رکھتا تھا بلکہ خدا تعالیٰ کی قدرت کے ساتھ بن باپ ایک کنواری کے بطن سے پیدا ہوا۔ اس میں بنی اسرائیل کی سخت آزمائش تھی۔ موسوی ابن مریم علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے کہا کہ میں تمہاری طرف خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوں تو قوم شک میں پڑ گئی۔ اس وقت اگر چہ یہودی سمجھتے تھے کہ وہ موسوی شریعت کے پابند ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیروکار ہیں لیکن آزمائش سخت تھی اور وہ اس میں ناکام ہو گئے۔ انہوں نے موسوی ابن مریم علیہ السلام کا انکار کر دیا اور غیض و غضب میں بھڑک اٹھے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا غیض و غضب اس وقت تک ٹھنڈا نہیں ہو سکتا جب تک ہم اس کو صلیب پر نہ لٹکا لیں اور عملاً انہوں نے ایسا کروایا بھی۔ اس معصوم انسان کا کیا قصور تھا؟

اے میرے سید! یہ دو ہزار سال پہلے کی بات تھی جب لوگوں کا طب میں علم اتنا زیادہ نہیں تھا۔ اور وہ نہیں جانتے تھے کہ ایک عورت بغیر مرد کے بچہ پیدا کر سکتی ہے۔ آج جبکہ علم طب میں بہت ترقی ہو چکی ہے اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ایک کنواری کے بطن سے بھی بغیر مرد کے بچہ پیدا ہو سکتا ہے۔ پھر بھی خدا تعالیٰ کی قدرت کیساتھ اگر آج کوئی ایسا بچہ پیدا ہو جائے اور تیس سال کی عمر کے بعد وہ لوگوں سے کہے کہ دیکھو میرے خدا نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے تو لوگ آج بھی اُسکی بات کو نہیں مانیں گے اور کہیں گے کہ نعوذ باللہ تیری تو پیدائش ہی ناجائز ہے تو خدا تعالیٰ کی طرف سے کس طرح ہو سکتا ہے؟ غلام مسیح الزماں جو دراصل محمدی ابن مریم ہے، اس کا معاملہ موسوی ابن مریم سے بہت ملتا جلتا ہے۔ اولاً جس طرح موسوی ابن مریم علیہ السلام کی جسمانی پیدائش اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوئی اور اس میں اُس کا کوئی قصور نہ تھا۔ اسی طرح غلام مسیح الزماں کی روحانی پیدائش بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوئی اور اس میں اُس کا کوئی قصور نہیں ہے۔ ثانیاً جس طرح موسوی ابن مریم علیہ السلام ایک غریب اور معمولی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اِسی طرح غلام مسیح الزماں بھی ایک غریب اور معمولی خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن غلام مسیح الزماں ہونے کا ثبوت اپنے ہاتھوں میں لیے آج وہ آپکے سامنے کھڑا ہے۔

اے میرے سید! ایک دو باتیں پیشگوئیوں کے سلسلے میں عرض کرتا ہوں وہ یہ کہ پیشگوئیوں کے سلسلے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جماعت کی کافی راہنمائی فرمائی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ پیشگوئیوں کے ضمن میں حضور علیہ السلام کی راہنمائی اور ارشادات کو پیش نظر رکھیں کیونکہ اسی میں ہماری بھلائی ہے۔ حضور علیہ السلام نے پیشگوئیوں کے سلسلے میں ہماری کیا راہنمائی فرمائی ہے اس کی تفصیل آگے موجود ہے؟ یہاں مختصراً عرض کرتا ہوں کہ حضور علیہ السلام نے ہماری یہ راہنمائی فرمائی ہے کہ ''تم پیشگوئیوں پر اجمالی طور پر ایمان لاؤ اور اُن کی اصل حقیقت کو حوالہ بخدا کرو''۔ نیز ''پیشگوئیوں کا کوئی قطعی ایک پہلو نہیں ہوتا بلکہ کبھی ظاہری رنگ میں اور کبھی استعارہ کے رنگ میں پوری ہوتی ہیں''۔ بنی اسرائیل اس بات پر بضد تھے کہ سید الانبیاء بنی اسرائیل میں ظاہر ہوگا حالانکہ وہ بنی اسماعیل میں ظاہر ہوا۔ اسی طرح امت محمدیہ میں لوگ سمجھتے تھے اور اب تک سمجھتے ہیں کہ مہدی سادات میں سے ہوگا حالانکہ وہ مغلیہ خاندان میں سے ظاہر ہوا۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ غلام مسیح الزماں کو حضور علیہ السلام کی جسمانی ذریت یعنی جسمانی بیٹوں کی بجائے آپکی روحانی ذریت یعنی آپ کی جماعت میں کسی اور قوم میں سے ظاہر فرما دیتا ہے تو اس میں اچنبھے کی کونسی بات ہوگی؟ اللہ تعالیٰ کے لیے ایسا کرنا کوئی مشکل کام ہے ہرگز نہیں۔

بہر حال اللہ تعالیٰ یہ فضل جس انسان کو بخشنا چاہے وہ بخش سکتا ہے۔ یہ خدائے قدیر کا کام ہے انسانوں کا اس معاملہ میں کوئی دخل نہیں۔ الہامی پیشگوئی میں موعود غلام کی بہت ساری علامات بیان فرمائی گئی ہیں۔ اگر کسی وقت کوئی مدعی غلام مسیح الزماں ہونے کا دعویٰ کرے تو انسانوں یعنی جماعت پر یہ فرض عاید ہوتا ہے کہ وہ موعود غلام مسیح الزماں کو اُس کی موعود علامتوں میں تلاش کریں۔

اے میرے سید! مثال کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد خلافت ثالثہ کا دور جاری ہو۔ آپ ایک غریب اور معمولی خاندان کے چشم و چراغ ہوں اور کسی مشہور عالم فاضل خاندان سے بھی آپ کا تعلق نہ ہو۔ آپکو کوئی بھی نہ جانتا ہو۔ آپکا مذہبی علم بہت معمولی بلکہ نہ ہونے کے برابر ہو۔ نوجوانی کے عالم میں اللہ تعالیٰ آپکو بطور خاص دو رؤیا بھی دکھائے۔ آپ خوابوں کو دیکھ کر خوش ضرور ہوئے ہوں لیکن اِن کو اپنے اوپر مسلط نہ کیا ہو۔ بلکہ حصول علم میں اپنی زندگی کا سفر جاری رکھا ہو۔ جماعت میں غلام مسیح الزماں سے متعلق ایک الہامی پیشگوئی موجود ہو اور آپکو اس کا قطعاً کوئی علم نہ ہو۔ جماعت کا مسلک یہ ہو کہ یہ پیشگوئی پوری ہو چکی ہے اور آپ بھی باقی جماعت کی طرح اِسی مسلک پر قائم ہوں۔ اِدھر جب آپ کی عمر تیس سال کے قریب پہنچ جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو پیغام ملنے شروع ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ آپکو سابقہ خوابوں کی تعبیر بھی بتائے اور بہت ساری دوسری خبریں بھی بتائے۔ علم کے وعدے بھی عطا فرمائے اور غلبے کے وعدے بھی عطا فرمائے۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ آپکو یہ بھی بتائے کہ میں نے حضرت مہدی اور مسیح علیہ السلام کی دعا کی قبولیت کے نتیجہ میں غلام مسیح الزماں کی نعمت تجھے بخشی ہے۔ آغاز میں جس علم کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہو وہ علم بھی آپ کو ملنا شروع ہو جائے۔ شروع میں جب آپ بشری کمزوریوں کی وجہ سے ان باتوں میں شک کریں تو اللہ تعالیٰ آپ کو شک کرنے سے منع فرمائے۔ بعد میں بھی جب کبھی آپکو کسی بات میں شک پیدا ہو تو اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی ذریعہ سے آپ کے شک کو دور فرما دے۔ پہلے تو اللہ تعالیٰ آپکو براہ راست پیغام دے لیکن بعد میں پھر اِنہی پیغامات کو خلیفہ وقت کے خطبات اور اشعار کے ذریعے دہرا کر آپ تک پہنچائے اور اس طرح آپکے لیے شک کی کوئی گنجائش نہ رہے۔

اے میرے سید! ایک طرف تو آپ خدا تعالیٰ کی باتوں کا انکار نہ کر سکیں، دوسری طرف جماعت کی حالت یہ ہو کہ خلیفہ وقت ایسی بات سننے کے لیے بھی تیار نہ ہوں۔ ایسی حالت میں اے میرے سید! آپ کیا کرتے؟ اے میرے سید! مجھے معلوم نہیں آپ کیا کرتے لیکن میرا خیال ہے کہ اس حالت میں انسان کو چاہیے کہ وہ بڑے ادب اور احترام کیساتھ ہر ایک بات خوب کھول کر خلیفہ وقت کے آگے رکھ دے اور پھر خلیفہ وقت جو ارشاد فرمائیں اسکی پیروی کرے۔

اے میرے سید! میں یہی کچھ کر رہا ہوں۔ میں کیا کروں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اُس کے فضل کا انکار نہیں کر سکتا بلکہ آپ کو بتانے کے لیے مجبور ہوں۔ یہ بات درست ہے کہ غلام مسیح الزماں سے متعلق الہامی پیشگوئی کے بارے میں جماعت کا مسلک کچھ اور ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ کسی پیشگوئی کو سمجھنے میں انسان تو غلطی کر سکتے ہیں اللہ تعالیٰ نہیں۔ کسی بھی پیشگوئی کی اصل حقیقت کو صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور کسی پیشگوئی کا انسانوں کے مسلک کے خلاف پورا ہو جانا کوئی بعید از قیاس بات نہیں۔ کیونکہ پہلے بھی ایسا ہوتا رہا ہے۔ مذہبی دنیا کی حالت بھی عجیب ہے۔ اگر کوئی انسان یہ کہہ دے کہ میرے رب نے مجھ پر اپنی رحمت اور پیار کی نظر ڈالی ہے اور میں اُس کا ثبوت رکھتا ہوں۔ تو لوگ بجائے ثبوت کی طرف دھیان دینے کے فوراً کہہ دیں گے کہ نعوذ باللہ مردود، لعنتی۔ تم نے یہ کیا کہہ دیا ہے کہ میرے رب نے مجھ پر پیار کی نظر ڈالی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے خزانے بہت وسیع ہیں۔ کاش! کوئی لینے والا ہو۔ اگر کسی کو فضل باری تعالیٰ سے کچھ حصہ ملا بھی تو افسوس ہے ایسا انسان دنیا والوں کی نظر میں مردود اور لعنتی ہی ٹھہرا۔

اے میرے سید! فرض کریں کہ جو رؤیا میں نے نوجوانی کے عالم میں دیکھے۔ وہ نعوذ باللہ میرے نفس نے مجھے دکھائے۔ پھر قریباً چھ سال کے بعد ان رؤیا کی جو تعبیریں مجھے بتائی گئیں وہ بھی میرے نفس نے مجھے بتائیں۔ پھر وقتاً فوقتاً کھلی کھلی خوش خبریاں اور علم جو ملا وہ بھی نعوذ باللہ میرے نفس نے مجھے دیا اور یہ سب کچھ بڑے منظّم طور پر ہوا۔ اب سوال یہ ہے کہ جو مجھے کھلی کھلی دلیل عنایت فرمائی گئی ہے جس میں اور علامتوں کے علاوہ غلام مسیح الزماں کی مرکزی علامت پوری ہوئی ہے اور یہ بجا طور پر سلطان کہلانے کا حق رکھتی ہے؟ میں یہ کیسے سمجھوں کہ یہ کامل علم و عرفان اور یہ قطعی دلیل بھی نعوذ باللہ میرے نفس نے ہی مجھے سکھا دی ہے۔ کامل عرفان عقل تو حاصل ہی نہیں کر سکتی اور نہ ہی انسانی نفس کی اس تک رسائی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خود اپنے کلام میں فرماتے ہیں۔ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ۔ ترجمہ، اور وہ اُسکی مرضی کے سوا اُسکے علم کے کسی حصہ کو (بھی) پا نہیں سکتے۔ ایسی حالت میں کیا یہ عجیب بات نہیں ہوگی کہ غلام مسیح الزماں تو زید ہو لیکن اس کی مرکزی علامت زید کی بجائے کسی دوسرے غیر متعلقہ شخص بکر کو مل جائے؟ الہامی پیشگوئیوں کے سلسلہ میں ایسا ہرگز ممکن نہیں۔ غلام مسیح الزماں کی مرکزی علامت صرف اور صرف الہامی پیشگوئی کے مصداق کو ہی مل سکتی ہے۔

اے میرے سید! میں آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتا۔ میں تو خود پریشان اور غم زدہ ہوں۔ بھلا میں نے کسی کو کیا پریشان کرنا ہے۔ میں صرف اتنی بات کہتا ہوں کہ میرے رب نے اپنی رحمت اور پیار کی نظر مجھ پر ڈالی ہے اور اس کا ثبوت رکھتا ہوں۔ باقی یہ بھی نہیں کہ مجھے دنیا جہان کا علم حاصل ہو گیا ہے نعوذ باللہ من ذالک۔ میں تو عربی کو صحیح طور پر لکھ اور پڑھ نہیں سکتا۔ بھلا میرا علم کیا ہوگا۔ ہاں اتنی بات ضرور کہتا ہوں ”میں کچھ نہیں جانتا سوائے اسکے جو میرے رب نے چاہا ہے کہ میں جانوں“۔

اے میرے سید! جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے پر اپنی رحمت کی نظر ڈالتا ہے تو دنیا میں اس کے حاسد بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور اس پر طرح طرح کے الزام بھی لگائے جاتے ہیں۔ مثلاً ہمارے سید الانبیاء ﷺ پر یہ الزام لگایا گیا کہ آپ کو نعوذ باللہ کوئی اور شخص پڑھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اس الزام کی تردید فرمائی، کہ وہ شخص جس کے متعلق تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو سکھاتا ہے۔ وہ تو عجمی ہے بھلا عربی کو وہ کیسے پڑھا سکتا ہے؟ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی یہ الزام لگایا گیا کہ آپ نعوذ باللہ

انگریزوں کے ایجنٹ یا انگریزوں کا لگایا ہوا پودا ہیں۔ حالانکہ یہ سب جھوٹ ہے اور بے بنیاد الزامات تھے۔ ہوسکتا ہے میرے متعلق بھی کوئی شخص گمان کرے کہ اس کو کوئی اور شخص پڑھاتا ہے یا یہ کسی کا ایجنٹ ہے۔ میں حلفاً کہتا ہوں کہ اس معاملہ میں سوائے میرے رب کے میرا کسی سے رابطہ نہیں ہے۔ بچپن سے ہی تنہائی پسند تھا۔ میرا حلقہ احباب وسیع نہیں ہے بلکہ ایک آدھ دوست تھا۔ اور جب میرے ساتھ یہ واقع شروع ہوا تو اُنہوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ یہ واقعہ سچا ہے اور یقیناً تجھے کوئی بالا ہستی پیغام دیتی ہے کیونکہ ہم تم کو بچپن سے جانتے ہیں۔ تیس سال کی عمر تک تو ہم نے تیرے منہ سے اس قسم کی کوئی بات نہیں سنی۔ اب اچانک تجھ میں کوئی تبدیلی تو نہیں آ گئی۔ یقیناً کوئی علیم وخبیر بالا ہستی تیری راہنمائی کررہی ہے۔

ایک اور بات واضح کردینا چاہتا ہوں وہ یہ کہ آپ قطعاً یہ خیال تک بھی ذہن میں نہ لانا کہ جماعت میں کوئی فتنہ یا شر پیدا ہونے والا ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ جماعت میں میری وجہ سے کبھی کوئی فتنہ یا شر پیدا نہیں ہوگا۔ یہ واقعہ کوئی ایک دو ماہ کا نہیں ہے بلکہ گزشتہ تیرہ سال سے شروع ہے۔ کیا پچھلے تیرہ سالوں میں میری وجہ سے کوئی شر پیدا ہوا؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ میں کوئی شریر انسان نہیں بلکہ سچا ہوں۔ ہاں ایک اِبتلاء ضرور ہے۔ جو سب کیلئے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس ابتلاء میں کامیابی بخشے۔ آمین

اے میرے سید! آپ نے پرزور دعائیں کیں اور گیت گائے۔ میں تو صرف آپ کی دعاؤں کا نتیجہ اور آپکے گیتوں کی بازگشت ہوں۔ دعائیں آپ نے کیں۔ گیت آپ نے گائے میرا اس میں کیا قصور ہے؟ میں تو شرمندگی کے آنسو لیکر پھر رہا ہوں۔ اے میرے سید! آپ یقین کریں میں اس واقعہ کو کسی کو بتانے میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتا۔ کیونکہ عام لوگوں کا اس معاملہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ صرف آپکا تعلق ہے کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ مومنوں کے امیر ہیں۔ میری حیثیت تو صرف ایک غلام کی سی ہے۔ جب میں اپنے آپ کو آپکا غلام کہتا ہوں تو یہ بھی اس لیے کہتا ہوں کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس بات کا مجھ پر انکشاف فرمایا ہے۔ آقا کے آگے غلام کی کیا حیثیت ہے؟ کچھ بھی نہیں۔ لیکن میں یہ کامل یقین رکھتا ہوں کہ آپ سچائی کا کسی قیمت پر خون نہیں ہونے دیں گے۔ اے میرے سید! آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ اس سارے واقعہ کی حقیقت آپ پر بھی کھولے اور میرے لیے بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر بھی اپنا رحم فرمائے اور کسی اِبتلاء میں نہ ڈالے۔ اور کوئی ایسا بوجھ مجھ پر نہ ڈالے جس کو میں اٹھا نہیں سکتا۔

اے میرے سید! اگر آپ چاہیں تو ان گذارشات کو قبول فرمالیں اور اگر چاہیں تو ان کو رد کردیں۔ میں ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا اور آپ کا شکرگزار ہوں۔ آمین۔ ہر حال میں آپ کی پیروی مجھ پر فرض ہے اور میں اپنے اس فرض سے کبھی کوتاہی نہیں کرسکتا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے کسی عہدے یا کسی شہرت کی ضرورت نہیں۔ میرا ربّ میرے لیے کافی ہے۔ اُس نے مجھے اپنی جناب سے ''خیرِ کثیر'' بخشی ہے۔ اب تو ہر وقت یہی دعا مانگتا ہوں کہ اے اللہ تعالیٰ میری اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی پردہ پوشی فرمانا اور میرے گناہوں اور میری کوتاہیوں کو بخش دینا اور اپنی رضا عنایت فرمانا آمین۔ میں ہر لحہ اس غم اور شرمندگی میں مبتلا ہوں کہ اے اللہ تعالیٰ میری خطاؤں اور گناہوں کا کوئی حساب نہیں لیکن اِسکے باوجود تیری مہربانیوں اور احسانوں کی کوئی انتہا نہیں۔ اے میرے سید! ایک التجا آپ سے یہ بھی کرتا ہوں کہ اس خط کی وجہ سے آپ جو سلوک بھی مجھ سے کرنا چاہیں کریں لیکن مجھے لوگوں کے حوالے نہ کرنا۔ لوگوں نے پہلے ہی بہت ساری زیادتیاں اور رسوائی کے سامان میرے لیے پیدا کیے ہیں۔ اُنکا میں آپ سے کوئی شکوہ نہیں کرتا۔ میری التجا میرے رب کے حضور ہے کہ تو میری فریادسن اور ان رسوائیوں کو مجھ سے دور فرما آمین۔ لوگوں کی ان زیادتیوں کے دوران جون ۱۹۹۶ء میں اللہ تعالیٰ نے میری غم گساری فرمائی اور مجھے ایک عظیم الشان خوش خبری عطا فرمائی۔ ایک ہی رات میں دو پیغامات مجھے ملے۔ یہ دونوں پیغام غالباً پنجابی زبان میں ہیں۔ پہلا یہ کہ ''مولا واہ'' اور دوسرا ''قوماں دا سردار''۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان پیغاموں کی یہ تفہیم بخشی ہے کہ میں تجھے قوموں کا سردار بناؤں گا اور جب لوگ دیکھیں گے کہ ایک معمولی اور یتیم انسان کو اللہ تعالیٰ نے کیا عظمت بخشی ہے تو وہ حیرانگی میں کہیں گے مولا واہ۔ اے میرے سید! اب آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اقتباس نقل کرکے خط کو ختم کرتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ آپکے دل پر الہام نازل فرمائے اور آپ کو ہر چیز کھول کر بتادے اور اس طرح میرا بوجھ ہلکا فرمادے آمین۔ حضرت مسیح موعود ومہدی موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''اور چاہیے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں (ؔ) خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں۔ کیا یورپ اور کیا اشیاء۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں۔ توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کیلئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو۔ مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے **اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پاکر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو۔**

(ؔ) ایسے لوگوں کا انتخاب مومنوں کے اتفاق رائے پر ہوگا۔ پس جس شخص کی نسبت چالیس مومن اتفاق کریں گے کہ وہ اس بات کے لائق ہے کہ میرے نام پر لوگوں سے بیعت

لے۔ وہ بیعت لینے کا مجاز ہوگا۔ اور چاہیے کہ وہ اپنے تئیں دوسروں کے لیے نمونہ بناوے۔ خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ میں تیری جماعت کیلئے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کرونگا اور اُس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کرونگا اور اسکے ذریعہ سے حق ترقی کرے گا اور بہت سے لوگ سچائی کو قبول کرینگے۔ سو ان دنوں کے منتظر رہو۔ اور تمہیں یاد رہے کہ ہر ایک کی شناخت اُس کے وقت میں ہوتی ہے اور قبل از وقت ممکن ہے کہ وہ معمولی انسان دکھائی دے یا بعض دھوکہ دینے والے خیالات کی وجہ سے قابل اعتراض ٹھیرے۔ جیسا کہ قبل از وقت ایک کامل انسان بننے والا ابھی پیٹ میں صرف ایک نطفہ یا علقہ ہوتا ہے۔" (روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۶، ۳۰۷)

شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر ۔ خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

وَ آخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْن

والسلام

آپکا غلام

عبدالغفار کیل جرمنی

۲۲ فروری ۱۹۹۷ء

☆☆☆☆☆

جواب خط نمبر ۲ :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا

انا فتحنا لک فتحا مبینا

خلیفۃ المسیح

امام جماعت احمدیہ

لندن
15.3.97

مکرم عبدالغفار م

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا تفصیلی خط موصول ہوا۔ اس کے مطالعہ کے بعد آپ کو یہ نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ دعاوی میں نہ جائیں اس سے آپ کی نیکی، اخلاص اور روح کو نقصان پہنچے گا۔ عاجزی کا رنگ ہی رکھیں اور صرف عبدیت والی حد تک رہیں۔ عہدوں اور مناصب کی بجائے عاجزانہ راہوں پر چلنا ہی انسان کو مقبول بنایا کرتا ہے۔ اللہ ہر قسم کے شر اور وسوسوں سے آپ کو اپنی پناہ میں رکھے ـــــ

والسلام
خاکسار

مرزا طاہر احمد
خلیفۃ المسیح الرابع

نقل:- دفتر ی.م لندن